پیش رس

بحمد اللہ کہ یہ سلسلہ اختتام کو پہنچا لیکن میں نے اس میں اب بھی اتنی گنجائش رکھی ہے کہ آپ کی فرمائش پر اسے مزید آگے بڑھایا جاسکتا ہے...... جی ہاں، یہ سلسلہ میری اب تک کی تخلیقات میں طویل ترین ہے۔ اسے بہت پسند کیا گیا ہے، لیکن یہ کتاب اس لئے لیٹ ہوئی ہے کہ... اب کیا عرض کروں...... ہر بار صرف ایک ہی کہانی سنانی پڑتی ہے کہ طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اگر لکھنے کے لئے ڈھنگ کی باتیں نہ سوجھ رہی ہوں تو میں اسے بھی طبیعت کی خرابی ہی سمجھتا ہوں۔

بہر حال، ان تمام دوستوں نے شرمندہ ہوں جنہوں اس تاخیر سے تکلیف پہنچی ہے اور آپ یقین کیجئے کہ جب تک مجھ میں لکھنے کی سکت ہے اسی طرح شرمندہ ہوتا رہوں گا۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ بھی انتظار کے عادی ہو جایئے۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ شاید آپ میگزین سے زیادہ کما رہے ہیں۔ اسی لئے وہ لیٹ نہیں ہوتا۔ پابندی سے اپنے وقت پر آجاتا ہے...... اول تو یہی غلط ہے کہ میں میگزین سے کچھ کما رہا ہوں۔ کتنی بار عرض کروں کہ میگزین میری ملکیت نہیں ہے۔ میرے ایک دوست اس کے مالک ہیں اور میں ان کی مدد محض دوستی میں کر رہا ہوں۔ اس کے معاوضے کے طور پر ایک ٹیڈی پیسہ بھی ان سے آج تک نہیں لیا...... اور پھر میگزین میں متعدد اصحاب کی تخلیقات ہوتی ہیں کسی ایک پر اس کے شائع ہونے یا نہ ہونے کا انحصار نہیں ہوتا۔ اس لئے پابندی وقت سے آپ تک پہنچ رہا ہے۔ کتاب میں خود لکھتا ہوں اور وہ اوریجنل ہوتی ہے کہیں سے ترجمہ نہیں کرتا کہ بس قلم چلتا ہی رہے۔ لکھتے لکھتے ذہنی قبض میں مبتلا ہو جاتا ہوں تو کئی کئی دن تک ایک سطر بھی نہیں لکھ پاتا۔ اس لئے لیٹ ہوتی ہے کتاب۔

ابن صفی 23-05-1979

* * *

جوزف کی حالت بہت ابتر تھی۔ دن میں کئی بار رانا پیلس میں شہر کے بڑے ڈاکٹروں کی گاڑیاں آتیں اور چلی جاتیں لیکن اس کی غشی دور ہونے کا نام نہیں لیتی تھی۔ جیمسن اور بلیک زیرو، اس کے سرہانے بیٹھے سرگوشیاں کرتے رہتے۔

"امتناعِ منشیات سے قبل کچھ ایسے اسپتالوں کا انتظام بھی کیا جانا چاہیے تھے، جہاں ایسے لوگوں کی دیکھ بھال کی جاسکتی" جیمسن کہہ رہا تھا۔ "اب آخر ان بدبختوں کا کیا ہو؟"

"کتنے اسپتال قائم کیے جاتے......" بلیک زیرو نے کہا۔ "ایسوں کی تعداد کم تو نہیں ہے۔ شہروں میں ایسے افراد کی بہتات ہے۔"

"چرسی اب بھی عیش کر رہے ہیں۔"

"یار ختم کرو۔ ان باتوں کو...... آخر اس کی جان کس طرح بچائی جائے؟"

"یہاں تو شاید کوئی ایسا شفاخانہ بھی نہیں ہے، جہاں منشیات کی عادت ترک کرائی جاتی ہو۔"

"غالباً ایک ایسا شفاخانہ موجود ہے۔ سائیکومینشن سے اطلاع ملی تھی کہ اس شفاخانے کے انچارج سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔"

"اگر یہ اسی حال میں مر گیا تو بہت بڑی ٹریجڈی ہوگی۔" جیمسن، اسے پر تشویش نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"چھوڑو۔" بلیک زیرو ہاتھ ملا کر بولا۔ "ٹھیک ہو جائے گا۔"

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی تھی اور بلیک زیرو، اس کمرے سے سٹنگ روم میں آیا تھا۔

"ہیلو...!" اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

دربان کی کال تھی۔ گیٹ والے فون سے اس نے کسی ڈاکٹر کی آمد کی اطلاع دی تھی۔

"آنے دو۔" کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور سوچنے لگا۔ شاید اسی

شفاخانے کا کوئی آدمی معلوم ہوتا ہے، جس کی اطلاع سائیکومینشن سے ملی تھی۔ وہ سٹنگ روم سے نکل کر پورچ تک آیا۔ آنے والے کی گاڑی پورچ میں پہنچ کر رکی تھی۔

ایک سفید فام آدمی گاڑی سے اترا۔ اس کے ساتھ ایک نرس تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر بلیک زیرو سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”مریض کی کیا کیفیت ہے؟“

”غشی کی حالت میں ہے۔“ بلیک زیرو نے کہا۔ اتنے میں نرس بھی دواؤں کا بیگ سنبھالے ہوئے گاڑی سے اتر آئی تھی۔

پھر وہ سب جوزف کے کمرے میں آئے تھے۔ جیمسن انہیں دیکھ کر اٹھ گیا اور نرس کو مسلسل دیکھتا رہا۔ کیونکہ وہ خاصی دلکش تھی۔

ڈاکٹر کچھ دیر تک جوزف کا معائنہ کرتے رہنے کے بعد بولا۔ ”میں فی الحال اسے ایک انجکشن دے رہا ہوں۔ اس سے اس کی حالت سدھر جائے گی۔ اس کے بعد میں، اسے اپنے اسپتال میں بلوالوں گا...... پھر چھ ماہ لگیں گے، اس کے مکمل طور پر صحتیاب ہونے میں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ چھ ماہ بعد شراب کی طلب نہ رہے گی۔“

”بہت بہتر۔“ بلیک زیرو بولا۔

ڈاکٹر، اسے انجکشن دے کر رخصت ہوتے وقت بلیک زیرو کو اپنا فون نمبر دے گیا تھا۔ اس دوران میں جیمسن، نرس سے سرگوشیاں کرتا رہا تھا اور وہ بڑے دلآویز انداز میں مسکراتی رہی تھی۔

قریباً دس منٹ کے بعد جوزف نے آنکھیں کھول دی تھیں...... اور اس طرح اٹھ بیٹھا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ رہی ہو۔

”کیا باس آگئے؟“ اس نے جیمسن سے پوچھا۔

''وہ آئے ہوں یا نہ آئے ہوں لیکن تم ضرور آ گئے ہو۔''

''میں نہیں سمجھا۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''یہ شاید خود کو دوسری دنیا میں سمجھ رہا ہے۔'' جیمسن نے بلیک زیرو سے کہا۔ ''اور ہم، اسے فرشتے لگ رہے ہیں۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہو۔ مسٹر؟'' جوزف آنکھیں نکال کر بولا۔ ''میری بات کو جواب دو۔''

''نہیں، ابھی نہیں آئے'' بلیک زیرو، اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''آخر ہم کب تک یہاں مقید رہیں گے؟''

''باس کے آنے پر ہی معلوم ہو سکے گا۔''

''ایسا انجکشن نہ کبھی پہلے میں نے دیکھا اور نہ کبھی سنا۔'' جیمسن نے متحرانہ انداز میں جوزف کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''تم، تین دن سے بیہوش تھے۔'' ''واقعی؟'' جوزف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''اس وقت کیا محسوس کر رہے ہو؟''

''بالکل ٹھیک ہوں۔''

''یعنی پینے کی خواہش نہیں ہے؟''

''میرا خیال ہے کہ فی الحال، میں، اس کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا۔''

''کمال ہو گیا۔ آخر وہ کیسا انجکشن تھا؟''

''کس انجکشن کی بات کر رہے ہو۔ مسٹر؟''

''ابھی ابھی ایک ڈاکٹر، تمھیں انجکشن دے کر گیا ہے۔''

''کون ڈاکٹر......؟'' جوزف بستر سے چھلانگ لگاتا ہوا بولا۔ ''مجھے، اس کا پتہ بتاؤ۔ دن دہاڑے اسے لوٹ لوں گا۔''

’’خیال برا نہیں ہے۔‘‘ جیمسن نے بلیک زیرو کو آنکھ مار کر کہا۔

’’نہیں، مجھے بتاؤ۔ میں، ان انجکشنوں کا اسٹاک رکھوں گا۔‘‘

’’اس نے نام نہیں بتایا تھا۔‘‘ جیمسن نے کہا۔

’’جب اپنے ہی اس طرح ظلم کریں گے تو پھر دوسروں سے کیا شکوہ۔‘‘ جوزف نے برا مان کر کہا۔

’’میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر کو اس کی کیفیت سے مطلع کر دیا جائے۔‘‘ جیمسن نے بلیک زیرو سے کہا۔

’’ابھی تو شاید وہ اپنے ٹھکانے پر بھی نہ پہنچا ہو۔‘‘

’’مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے تم لوگ مذاق کر رہے ہو۔‘‘ جوزف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

’’آخر تم کیا محسوس کر رہے ہو؟‘‘ جیمسن نے سوال کیا۔

’’بس ایسا لگتا ہے، جیسے پورا بیرل پیٹ میں اتر گیا ہو۔ نشے سے جی نہیں بھرتا، لیکن مجھے ایسی آسودگی محسوس ہو رہی ہے جیسے اپنی مقدار سے کہیں زیادہ پی گیا ہوں۔‘‘

’’میں نے آج تک کسی ایسے انجکشن کے بارے میں نہیں سنا۔‘‘ جیمسن نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

’’تمہیں، اس سے کیا پریشانی ہے؟‘‘ بلیک زیرو، اسے گھورتا ہوا بولا۔

’’ہمیں ہر معاملے میں محتاط رہنا چاہیئے۔ معلوم کرو، کیا یہ ڈاکٹر، سائیکومینشن ہی کے توسط سے یہاں آیا تھا؟‘‘

’’اور نہیں تو کیا کسی خیراتی ادارے نے ازراہ عنایت اسے بھجوایا تھا۔‘‘

’’یار، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، تھریسیا نے اپنے کھیل کا آغاز کر دیا ہے۔‘‘

بلیک زیرو کسی سوچ میں پڑ گیا۔

’’اے مسٹر! تم نے کیسی فضول باتیں شروع کر دی ہیں۔‘‘ جوزف آنکھیں نکال کر

بولا۔ اگر تھریسیا ہی کا کوئی آدمی، مجھے کسی قسم کا انجکشن دے گیا ہے تو اس کا بہت بہت شکریہ۔“

”ابھی تم اپنے ذہن پر زیادہ زور نہ ڈالو۔“ جیمسن، جوزف کا ہاتھ تھام کر بولا۔ ”یہ سب ہمارے دیکھنے کی باتیں ہیں۔“

”میں عضو معطل تو نہیں ہوں۔“ جوزف نے بگڑ کر کہا

”اس انجکشن سے پہلے صرف گوشت کے لوتھڑے ہو رہے تھے۔“

”اب تو نہیں ہوں۔“

”انجکشن کا اثر کتنی دیر برقرار رہے گا۔“

بلیک زیرو، انہیں اسی بحث میں الجھا چھوڑ کر فون والے کمرے میں آیا جیمسن کی بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس نے سائیکومینشن کے نمبر ڈائل کیے اور اس ڈاکٹر کے متعلق پوچھ گچھ شروع کر دی اور اس کے دیئے ہوئے فون نمبر کے حوالے سے معلوم کیا کہ جن اداروں سے جوزف کے سلسلے میں گفت و شنید کی گئی تھی وہ ان میں سے کسی کا بھی نہیں تھا۔ بلیک زیرو لمبی سانس کھینچ کر رہ گیا پھر بولا۔ ”معلوم کرو کہ فون نمبر کس کا ہے؟“

”پندرہ منٹ بعد اطلاع دی جائے گی۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور بلیک زیرو رابطہ منقطع کر کے جوزف کے کمرے میں آ گیا۔

جیمسن نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

”شاید تمھارا خیال درست تھا۔“ بلیک زیرو بولا۔ ”وہاں اس فون نمبر کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔“

”اے، مسٹر طاہر! تم کیا گڑبڑ کرتے پھر رہے ہو؟“ جوزف بول پڑا۔ مجھے، اس کی پرواہ نہیں ہے۔ خواہ شیطان کا چچا ہی کیوں نہ رہا ہو۔ میں، اس کے زیر علاج رہنا پسند کروں گا۔ لاؤ، اس کا فون نمبر مجھے دے دو۔ میں خود اسے اپنی کیفیت سے مطلع

کروں گا۔“

”تم، یعنی مریض...... خود، اسے فون کرو گے۔“ جیمسن بولا۔

”کیا میں کوئی لب گور مریض ہوں؟“ جوزف نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”اس انجکشن سے پہلے یقیناً لب گور ہی معلوم ہوتے رہے ہو۔“

”اب تو نہیں ہوں۔ مجھے بتاؤ، اس کے فون نمبر۔“

”کیا خیال ہے؟“ بلیک زیرو نے جیمسن کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”میں کیا بتاؤں؟ اگر نہر میجسٹی سے رابطہ قائم ہو سکے تو یہ بات ان کے علم میں ضرور لاؤ

”اب وہاں سے جواب نہیں مل رہا۔ صرف گھنٹی بجتی ہے۔“

”لاؤ نکالو...... کہاں ہے اس کا کارڈ؟“ جوزف نے بھی اتقاضا کیا۔

”تمھارے باس سے پوچھے بغیر میں، تمھیں کوئی قدم نہیں اٹھانے دوں گا۔“

”دیکھو، مسٹر طاہر!“ جوزف آنکھیں نکال کر بولا۔ ”مجھے کوئی غلط قدم اٹھانے پر مجبور نہ کرو۔“

”اف فوہ: تو تم کوئی غلط قدم اٹھانے کی بھی سوچ سکتے ہو۔“ جیمسن نے کہا اور جوزف برا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف مڑ گیا۔

جیمسن کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی شخصیت ہی بدل گئی ہے...... وہ جوزف ہی نہ ہو۔“

اچانک وہ، بلیک زیرو کی طرف مڑ کر بولا۔ ”مسٹر طاہر، باس سے معلوم کرو کہ وہ، مجھے اپنے ساتھ ہی رکھنے پر آمادہ ہیں یا نہیں۔“

”اچھا...... اچھا...... میں معلوم کروں گا۔“

”ابھی اور اسی وقت۔“ جوزف نے جارحانہ انداز میں کہا...... اور جیمسن نے بلیک زیرو کو وہاں سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔“ بلیک زیرو نے کہا اور فون والے کمرے میں

چلا آیا۔ گھڑی دیکھی۔ ابھی پندرہ منٹ پورے ہونے میں دو منٹ باقی تھے۔

ٹھیک دو منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی تھی۔ بلیک زیرو نے ریسیور اٹھالیا۔ سائیکو مینشن ہی کی کال تھی۔

"مذکورہ نمبر۔ سرے سے فون نمبر ہی نہیں ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"فون نمبر ہی نہیں ہے؟" بلیک زیرو نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں، شہر میں نائن، ون کا سلسلہ ہے ہی نہیں۔"

"تب تو چیف کو اس کی اطلاع دینی چاہیئے۔"

"اطلاع دی جا رہی ہے۔"

بلیک زیرو نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ ساؤنڈ پروف کمرے کے دروازے پر سبز روشنی دکھائی دی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ایکسٹو والے فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔

ساؤنڈ پروف کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بولٹ کیا اور فون کی طرف بڑھ گیا...... اس فون پر اسے ایکسٹو کی آواز میں گفتگو کرنی تھی۔

دوسری طرف سے وہی اطلاع ملی، جو خود اس نے سائیکو مینشن تک پہنچائی تھی۔

پوری بات سن کر اس نے کہا۔ "صفدر سے کنکٹ کرو۔"

"بہت اچھا۔ جناب!"

"اور پھر کسی قدر وقفے سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"کیا تم، فیلڈ ورک کے قابل ہو؟" اس نے صفدر سے پوچھا۔

"جی ہاں، میں بالکل ٹھیک ہوں"

"اچھا تو رانا پیلس پر نظر رکھو۔ کچھ دیر پہلے وہاں ایک ڈاکٹر پہنچا تھا۔ جوزف کو ایک انجکشن دے کر اپنا فون نمبر چھوڑ گیا تھا۔ اور ہدایت کی تھی کہ اسے، جوزف کی کیفیت سے باخبر رکھا جائے۔ فون نمبر غلط ثابت ہوا۔"

"میں نہیں سمجھا، جناب!" صفدر کی آواز آئی۔

"اس سیریز کے نمبر شہر میں نہیں ہیں۔ بہر حال، جوزف، اس انجکشن کے اثر سے حیرت انگیز طور پر اٹھ کھڑا ہوا ہے لیکن انداز جارحانہ ہے۔ ایسا لگتا ہے، اب اسے پانے باس کی بھی پرواہ نہ ہو۔"

"میں سمجھ گیا ہوں، جناب! فوراً روانہ ہوتا ہوں۔"

"ویٹس آل۔" کہہ کر بلیک زیرو نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

ساؤنڈ پروف کمرے سے نکل کر اسے مقفل کیا۔ اور جوزف کے کمرے کی طرف پڑا۔ لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کے قدم لڑکھڑائے تھے۔ کیونکہ جیمسن فرش پر اوندھا پڑا نظر آیا تھا اور جوزف کا کہیں پتا نہ تھا۔

بوکھلائے ہوئے انداز میں اس نے جیمسن کو سیدھا کر کے جھنجھوڑ ڈالا لیکن اس کی آنکھیں نہ کھلیں۔ بے ہوشی خاصی گہری معلوم ہوتی تھی۔ پھر وہ، اس کو اسی خال میں چھوڑ کر فون والے کمرے کی طرف بڑھا، فون پر گیٹ کے چوکیدار سے رابطہ قائم کیا۔

"جناب عالی!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کالے آدمی کی باہر نہ جانے دیتا۔"

"وہ تو گیا۔ جناب!"

"کب...... کیسے......؟"

"بس ابھی گیا ہے، کالی جیپ نے گیا ہے۔"

"اوہ......" بلیک زیرو نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر ساؤنڈ پروف کمرے کی طرف دوڑ لگائی۔

جوزف جلد از جلد شہری آبادی سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اس کا رخ ساحلی علاقے کی اس بستی کی طرف تھا جس میں ملکی و غیر ملکی سیاہ فام لوگ آباد تھے۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں اس جیپ کی وجہ سے پکڑا نہ جائے۔ جسے وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے اس

IqbalCyberLibrary

سے جو حرکت سرزد ہوئی تھی۔ اس پر نہ وہ خوش تھا اور نہ رنجیدہ۔

بلیک زیرو کی عدم موجودگی میں اس نے رانا پیلس سے نکل جانا چاہا تھا۔ جیمسن نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی اور اس نے آپے سے باہر ہو کر اس کی کنپٹی پر ایک ہاتھ رسید کر دیا تھا، جسے وہ نہ سہار سکا، بہر حال، اس طرح اسے بے ہوش کر کے وہ رانا پیلس سے نکل بھاگا تھا۔

شہری آبادی کے اختتام سے پہلے ہی اس نے جیپ ایک گلی میں موڑ کر روکی اور اسے وہیں چھوڑ کر پھر سڑک پر آ گیا۔ اور یہاں سے ایک آٹو رکشا پر منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر آٹو رکشا ٹھیک سلور اسٹریک ریستوران کے سامنے رکا تھا۔ جس کی مالکہ، جوزف ہی کی ہموطن، ایک سیاہ فام عورت مسز فیمی مپانڈا تھی۔

ملک میں شراب بندی سے قبل یہاں ''سلور سٹریک بار'' کا بورڈ آویزاں تھا لیکن اب ''بار'' کی جگہ ''ریستوران'' نے لے لی تھی لیکن چوری چھپے شراب کا بیوپار اب بھی جاری تھا۔ بس فرق صرف اتنا ہوا تھا کہ اسمگل کی ہوئی شراب اجنبیوں کے ہاتھوں فروخت نہیں کی جاتی تھی۔

جوزف جب اندر داخل ہوا تو فیمی کاؤنٹر کے پیچھے موجود تھی۔ جوزف پر نظر پڑتے ہی وہ اچھل پڑی اور پھر اس کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں نظر آئی تھیں۔

جوزف کاؤنٹر پر ہاتھ رکھ کر آگے جھکتا ہوا بولا۔ ''ڈرو نہیں، میں بھوت نہیں ہوں۔''

''مل...... لیکن...... تت...... تم......''

''ہاں، میں وہی جوزف مگونڈا ہوں، جو کچھ دنوں پہلے یہاں نگانا کا پتا پوچھتا ہوا آیا تھا اور میں یہاں سے سیدھا تمھارے کمرے میں جا رہا ہوں۔''

* * *

’’کک……کیوں……نن……نہیں……‘‘

’’کیوں نہیں ۔ کیا ہماری دوستی ختم ہو گئی؟‘‘

’’نہیں یہ بات نہیں……‘‘

’’پھر کیا بات ہے؟ میں دراصل یہاں نہیں بیٹھ سکتا۔‘‘

’’نگانا کہاں ہے؟‘‘ فیمی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

’’وہاں، جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا۔‘‘

’’تو پھر مجھے خطرے میں نہ ڈالو……یہاں سے چلے جاؤ۔‘‘

’’وہ گروہ ختم ہو چکا ہے۔ کوئی تم سے جواب طلب نہیں کرے گا۔‘‘

’’لیکن……تم……‘‘

’’پولیس میرے پیچھے ہے۔‘‘

’’اوہ……تو یہ بات ہے۔‘‘ وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ’’اچھا……تو اوپر جاؤ……میں ابھی آ رہی ہوں۔‘‘

اس نے کاؤنٹر کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک کنجی نکالی اور اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ ’’کمرہ نمبر تین۔‘‘

’’شکریہ، فیمی! تمھاری معاملہ فہمی کا تو میں ہمیشہ سے قائل رہا ہوں۔‘‘

’’لیکن تم اتنے بدل کیوں گئے ہو؟……گفتگو کرنے کا انداز تک وہ نہیں رہا۔‘‘

’’میں سب کچھ بتاؤں گا، تمھیں۔‘‘

اس سے کنجی لے کر وہ زینوں کی طرف چل پڑا۔ اوپری منزل پر چار کمرے تھے۔ وہ اسی دروازے پر رکا، جس پر تین لکھا ہوا تھا۔

قفل کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔ یہ شاید وہی کمرہ تھا جہاں اسمگل کی ہوئی شراب کے کریٹ رکھے جاتے تھے۔ اس وقت بھی یہاں کم از کم ڈھائی تین سو بوتلیں ضرور

رہی ہوں گی۔ لیکن جوزف نے انہیں یونہی سرسری طور پر دیکھا تھا، جیسے وہ مٹی کے تیل کی بوتلیں ہوں...... ایک طرف ایک آرام کرسی پڑی ہوئی تھی، جس پر وہ نیم دراز ہو گیا۔ خود اسے حیرت تھی کہ آخر اسے ہوا کیا ہے جس انجکشن کا ذکر جیمسن اور طاہر نے کیا تھا، کیا یہ اسی کا اثر تھا۔ شاید جوانی میں کبھی ایسی کیفیت محسوس کی ہو، جب شراب کی لت بھی نہیں لگی تھی۔

وہ اپنی اسی ذہنی کیفیت کا جائزہ لینے لگا۔ عام حالات میں وہ اپنے باس کے حکم سے ایک انچ بھی نہ سرک سکتا تھا...... لیکن اس وقت ایک ساتھی کو بے ہوش کر کے نکل بھاگا تھا اور ساتھی بھی اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ، عمران سے اجازت حاصل کیے بغیر رانا پیلس سے باہر قدم۔ نکالے... تو کیا اس نے اپنے باس سے بیوفائی کی...... نہیں ہرگز نہیں، باس کی لیے تو وہ اب بھی جان دے سکتا تھا۔ لیکن یہ کیا کہ بس ایک عمارت تک محدود ہو کر رہ جاؤ۔ یہ ناممکن ہے۔

اس نے طویل سانس لی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کیونکہ باہر سے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی پھر کسی نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ جوزف نے اٹھ کر دروازے کا بولٹ گرا دیا لیکن ساتھ ہی اس کا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر بھی چلا گیا تھا۔

دروازہ کھول کر فیمی اندر داخل ہوئی اور جوزف دروازے کے پاس سے ہٹ آیا فیمی نے بھی دروازے بولٹ کر دیا تھا۔

''اب تم سناؤ، کیا قصہ ہے؟'' اس نے جوزف کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے پوچھا اور پھر شراب کے کریٹوں پر نظر ڈالی۔

''نہیں مت دیکھو۔'' جوزف مسکرا کر بولا ''میں نے بہت دنوں سے چکھی تک نہیں ہے۔''

''اور ایسے نظر آ رہے ہو...... میں یقین نہیں کر سکتی۔''

''مت یقین کرو۔''

’’خیر، چھوڑو...... میں نے سنا تھا کہ تم سمندر میں غرق ہو گئے ہو۔‘‘

’’بات کچھ ایسی ہی تھی لیکن بچ گیا۔‘‘

’’لیکن نگانہ کہاں غائب ہو گیا؟‘‘

’’شاید وہ غرق ہی ہو گیا تھا۔‘‘

’’قصہ کیا تھا؟‘‘

’’میرے باس کا بھی بزنس ہی ہے...... بس ان لوگوں سے ٹکراؤ ہو گیا تھا۔‘‘

’’اور اب پولیس، تمھارے پیچھے ہے۔‘‘

’’ہرگز نہیں۔‘‘ جوزف ہنس پڑا۔

’’پھر کیا بات ہے؟‘‘

’’کاؤنٹر پر، تفصیل میں جانے کے لیے نہیں ٹھہر سکتا تھا۔‘‘

’’تو اب سچی بات بتا دو۔‘‘

’’سچی بات یہ ہے کہ فی الحال، میں مردہ بنا رہنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تمھارے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آیا تھا۔‘‘

’’اگر پولیس، تمھارے تعاقب میں نہیں ہے۔ تب تو یہ ممکن ہے۔ میں، تمھیں ضرور پناہ دوں گی لیکن اگر......‘‘

’’یقین کرو کہ پولیس، میرے پیچھے نہیں ہے۔ تم، مجھے جانتی ہو۔ میں نے کبھی اپنے کسی دوست کو دشواری میں نہیں ڈالا۔‘‘

’’ہاں، یہ تو میں جانتی ہوں۔‘‘

’’بس تو پھر مجھ پر اعتماد کرو۔ صرف اتنے ہی دن ٹھہروں گا کہ ڈاڑھی اور مونچھیں کچھ اور گھنی ہو جائیں۔‘‘

’’پھر کیا کرو گے؟‘‘

’’اپنے باس کے کاروباری حریفوں کو راستے سے ہٹانا شروع کر دوں گا۔ نگانا تو غرق

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

ہو ہی چکا۔“

”لیکن میں نے تو سنا تھا کہ تمھارا باس بھی تمھارے ساتھ ہی غرق ہو گیا تھا۔“

”جب میں غرق نہیں ہو سکا تو وہ کیسے ہو جاتا۔“

فیمی کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”تمھارے باس کا بزنس کیا ہے؟“

”چرس!“

”خود لے جاتے ہو؟“

”ہاں خلیج فارس کے ایک پوائنٹ تک۔“

”وہاں سے کیا لاتے ہو؟“

”سونے کے علاوہ اور کیا لائیں گے؟“

”شراب نہیں لا سکتے؟“

”کس طرح؟“

”اٹلی کا ایک جہاز خلیج فارس ہی میں تمھارے حوالے کر دے گا۔“

”بزنس کس کا ہے؟ براہ راست تمھارا تو نہیں ہو سکتا۔“

”یہ نہیں بتاؤں گی کہ کس کا ہے؟“

”یہ معلوم کیے بغیر میرا باس ہرگز تیار نہیں ہوگا۔“

”تب تو دشواری ہے...... خیر، جب تک رہنا چاہو، یہاں رہ سکتے ہو۔ لیکن اسی کمرے میں قیام کرنا پڑے گا۔ یہاں ایک پلنگ ڈلوا دوں گی۔“

”کوئی بات نہیں۔“

”لیکن ان بوتلوں پر رحم کرنا۔ بڑی مہنگی پڑتی ہیں۔“

”سنو، اگر اس کی نوبت آئی تو پوری قیمت ادا کروں گا۔“

”مجھے اطمینان ہے۔“

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved.

’’اور یہاں قیام وطعام کا معاوضہ بھی ادا کروں گا‘‘

وہ مسکرائی اور باہر چلی گئی۔ جوزف نے پھر دروازہ بند کیا اور آرام کرسی پر لیٹ گیا۔

لرزتی لکیریں

اس بار اونگھ ہی گیا تھا۔ دستک سے آنکھ کھلی اور وہ سیدھا ہو کر آنکھیں ملنے لگا۔

’’کون ہے؟‘‘ اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔

’’میں ہوں...... کیا سو گئے؟‘‘ باہر سے فیمی کی آواز آئی۔

جوزف نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ کھانے کی ٹرے فیمی کے ہاتھوں پر تھی۔

’’اوہ...... تمہیں تکلیف ہوئی۔‘‘ جوزف نے اس کے ہاتھوں پر سے ٹرے اٹھاتے ہوئے کہا اور پیچھے ہٹ کر بولا۔ ’’آؤ......‘‘

فیمی نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بولٹ کر دیا۔ جوزف ٹرے اسٹول پر رکھ کر بیٹھ گیا۔

’’ایک عورت آئی تھی اور تمہیں پوچھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آنے کو کہہ گئی ہے۔‘‘ فیمی نے اطلاع دی۔

’’عورت...... کون عورت......؟‘‘ جوزف چونک پڑا۔ اس کا خیال جولیانا فٹز واٹر کی طرف گیا تھا۔

’’اپنا نام نہیں بتایا تھا، اس نے؟‘‘ فیمی نے کہا۔

’’کوئی سفید فام عورت تھی؟‘‘

’’نہیں، تھی تو ہمی میں سے...... لیکن اتنی باوقار تھی کہ کیا بتاؤں...... بس کہیں کی شہزادی لگتی تھی۔‘‘

’’ہمی میں سے کیا مراد ہے؟ کیا کسی سیاہ فام نسل سے تعلق رکھتی تھی؟

’’ہاں‘‘ فیمی سر ہلا کر بولی۔

’’تو تم نے کیا کہا تھا، اس سے؟‘‘

''یہی کہ تم فی الحال، یہاں موجود نہیں ہو۔ میں نے سوچا پہلے تم سے اس کی بارے میں کوئی بات کرلوں۔''

''تو گویا تم نے اس سے یہ کہا تھا کہ میں مقیم تو یہیں ہوں لیکن فی الحال موجود نہیں ہوں۔ اسی لیے وہ پھر آنے کو کہہ گئی ہے۔''

''ہاں۔ یہی بات ہے۔''

''تم نے اچھا نہیں کیا، فہمی!'' جوزف برا سا منہ بنا کر بولا۔ ''میں نے تمھیں آگاہ کر دیا تھا کہ فی الحال، میں مردہ ہی بنا رہنا چاہتا ہوں اور اسی اعتماد کے ساتھ تمھارے پاس آیا تھا کہ یہاں یہ ممکن ہوگا۔ ورنہ سر چھپانے کو بہت جگہیں تھیں۔''

''مجھے افسوس ہے، جوزف! میرا خیال ہے، اس عورت سے کوئی بھی جھوٹ نہیں بولا سکتا۔''

''کیا مطلب......؟''

''عجیب سی شخصیت تھی۔ الفاظ میں بیان نہیں کرسکتی۔ تم جانتے ہو کہ میں کسی سے بھی مرعوب نہیں ہوتی۔ لیکن اس نے مجھے شدت سے متاثر کیا تھا۔ پہلے ہی ملے میں سچی بات زبان سے نکل گئی۔''

''خیر......'' جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا ''میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے؟

''تم کھانا تو کھاؤ...... ہاتھ کیوں روک لیا ہے؟''

''تم نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔'' ''اور تمھاری بدلی ہوئی شخصیت نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ تم اتنے چاق و چوبند کبھی نظر نہیں آئے۔''

میں تو خود بھی حیرت زدہ ہوں اپنی حالت پر۔ جوزف نے سوچا۔ پھر اس سے بولا۔'' ضروری تو نہیں کہ آدمی ہمیشہ یکساں حالت میں رہے۔ مرجانے کے بعد میری صحت بالکل ٹھیک ہوگئی ہے۔''

''میں نے کہا تھا۔ کھانا کھاؤ۔''

’’بھوک ہی اڑا دی ہے، تم نے۔‘‘ جوزف نے کہا اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

’’خیر...... تم فکر نہ کرو۔ اب آئی تو کہہ دوں گی کہ تم واپس ہی نہیں آئے یا پھر یہ کہہ دوں گی کہ میری لاعلمی میں مستقل طور پر یہاں سے چلے گئے ہو...... اور ایک اطلاعی تحریر چھوڑ گئے ہو۔ سو وہ تحریر تم مجھے ابھی دے دو۔‘‘

’’نہیں، میں ابھی اس پر مزید غور کروں گا۔‘‘

’’کیا تم اسے جانتے ہو؟‘‘

’’نہیں...... یا پھر وہ کوئی شناسا ہی ہو گی۔ تمہیں کم از کم اس کا نام ضرور معلوم کر لینا چاہیئے تھا۔‘‘

’’میں نے پوچھا تھا کہ لیکن وہ ٹال گئی۔ کہنے لگی میں پھر آؤں گی۔‘‘

’’تم نے کہا تھا کہ وہ شہزادی جیسی لگتی تھی۔‘‘

’’بالکل شہزادی جیسی۔‘‘

’’اچھا تو اب تم جاؤ اور دیکھو کہ وہ کب آتی ہے۔ میں اس سے ملوں گا۔‘‘

’’کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے؟‘‘

’’دیکھا جائے گا۔‘‘

’’خواہ مخواہ کوئی خطرہ مول مت لو۔ میں اب بھی اسے ٹال سکتی ہوں۔ اسی تدبیر سے کہ تم مجھے ایک تحریر دے دو۔‘‘

’’نہیں، میں اس سے ملوں گا۔ اپنی ذمے داری پر، اور تمہیں کوئی الزام نہ دوں گا۔‘‘

فیمی خالی برتنوں کی ٹرے اٹھا کر چلی گئی اور جوزف پھر دروازہ بند کر کے بیٹھ رہا۔

شکم پری کے بعد پھر نیند کا حملہ ہوا لیکن یہ معمولی قسم کی نیند ہی تھی۔ اس میں شراب سے محروم، شراب زدہ اعصاب کو دخل نہیں تھا۔

پھر کسی کی دستک ہی پر نیند کا سلسلہ ٹوٹا تھا۔ وہ بوکھلا کر اٹھا اور نیم بیداری کے عالم میں دروازہ کھول دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں لگنے والے ذہنی جھٹکے نے اسے پوری

طرح بیدار کر دیا اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں...... میڈیلینا اس کے سامنے کھڑی عجیب انداز میں مسکرا رہی تھی۔ وہی میڈیلینا، جو اس پر اسرار آبدوز میں اس کی ہمسفر رہی تھی اور جس کے بارے میں عمران خیال ظاہر کر چکا تھا کہ وہ تھریسیا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

‘‘کیا تم مجھے اندر آنے کو بھی نہیں کہو گے؟’’ اس نے بڑے دلآویز انداز میں کہا...... اور جوزف اس طرح چونک پڑا جیسے ابھی تک کوئی خواب دیکھتا رہا ہو۔

‘‘ضرور...... ضرور!’’ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ میڈیلینا کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی۔ پھر نگاہ شراب کے کریٹوں پر ٹھہر گئی۔

کیا یہ سب تمھارے لیے ہیں؟’’ اس نے بالآخر کریٹوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

‘‘ارے نہیں... یہ تو...... یہ تو دوسرے کا مال ہے۔’’ جوزف نے دانت نکال دیئے۔

‘‘اپنی کیفیت بتاؤ۔ سنا تھا کہ تمھاری حالت خراب ہے۔’’

‘‘نہیں۔ اب بالکل ٹھیک ہوں۔’’

‘‘ان کریٹوں کے قریب تو ٹھیک ہی رہو گے۔’’

‘‘نہیں، یہ بات نہیں۔ جب سے مجھے ہوش آیا ہے۔ شراب کی طلب ہی نہیں محسوس ہوئی۔’’

‘‘مجھے دعائیں دو۔ لیکن نہیں تم تو ایسے ہو کر مجھے بیٹھنے کو بھی نہیں کہہ رہے۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی تو نہیں ہیں۔’’

‘‘اوہ... در...... دراصل...... بیٹھو، بیٹھو’’ اس نے آرام کرسی کی طرف اشارہ کیا اور اس کے بیٹھ جانے کے بعد خود بھی اسٹول کھسکا کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ ‘‘تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ مجھے...... دعائیں دو۔’’

‘‘اس لیے کہ ایسے انجکشن ساری دنیا میں صرف میں ہی فراہم کر سکتی ہوں۔’’

‘‘خدا کی پناہ...... تو وہ تمھارا آدمی تھا۔؟’’

اس نے سر کو اثباتی جنبش دی اور اسے غور سے دیکھتی رہی۔

‘‘لل...... لیکن......؟’’

‘‘حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر میں تم لوگوں کی دشمن ہوتی تو تم اپنے **ملک** تک کیسے پہنچ سکتے؟’’

‘‘یہی تو میں بھی سوچتا ہوں۔ یقیناً باس کو اس سلسلے میں غلط فہمی ہوئی ہے لیکن انہیں کوئی سمجھائے؟’’

‘‘اس نے مجھے اس کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ ورنہ میں خود سمجھا دیتی۔ لیکن اب اس کی غلط فہمی رفع ہو جانی چاہیے۔ ورنہ اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس سمجھانے کی کوشش کرو کہ ہماری لڑائی تم سے نہیں بلکہ بڑی طاقتوں سے ہے۔’’

‘‘میں تو سمجھتا ہوں۔ مستی؟’’

‘‘تبھی غنیمت ہے کہ تم سمجھدار ہو۔’’

‘‘لیکن میرے سمجھدار ہونے سے کیا ہوگا۔’’ جوزف نے حیرت سے کہا۔

‘‘تم مجھے اس کی تلاش میں مدد دو گے۔’’

‘‘لیکن میں تو نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے؟’’

‘‘دونوں مل کر کوشش کریں گے تو معلوم ہو جائے گا۔’’

‘‘تم بہت مہربان ہو، مستی۔’’

‘‘بس تو پھر تیار ہو جاؤ۔

‘‘کیا ابھی چلنا ہے؟’’

‘‘ہاں، ابھی اور اسی وقت...... یہاں اس تنگ سے کمرے میں گھٹ کر رہ جاؤ گے۔

’’

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

’’لیکن باہر نکلنے کا خطرہ کیسے مول لوں؟‘‘

’’اسی طرح جیسے یہاں تک آئے تھے۔‘‘

’’وہ تو پتا نہیں، کس طرح آ گیا تھا۔ یہاں لوگ مجھے پہچانتے ہیں۔‘‘

’’تم اس کی فکر نہ کرو۔ یہ میری ذمے داری ہے۔‘‘

’’اچھا مستی! میں نیچے جا کر فینی کا حساب صاف کر آؤں۔‘‘

’’اس کی بھی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ہی حساب بیباق کر چکی ہوں۔‘‘

’’بس تو پھر اٹھ ہی جاؤں۔‘‘ جوزف نے کہا۔

☆

وہ چھوٹی سی تجربہ گاہ ساحل سمندر کے ایک ویران علاقے میں واقع تھی۔ یہاں مچھلیوں کی افزائش نسل سے متعلق کام ہوتا تھا۔ مختلف قسم کے تجربات کیے جاتے تھے۔ جاپانی ماہرین کی نگرانی میں یہاں ایسے صدف پیدا کرنے کے امکانات کا جائزہ بھی لیا جاتا رہا تھا، جن سے موتی نکلتے ہیں۔

بڑی پرسکون جگہ تھی۔ دور دور تک کسی دوسری عمارت کا وجود نہیں تھا۔ اس تجربہ گاہ میں کام کرنے والے اوقات کار کے اختتام پر اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف روانہ ہو جاتے تھے لیکن ایک جاپانی ماہر اوشیدا وہیں رہتا تھا۔ لہٰذا رات کو بھی اس عمارت کی کئی کھڑکیاں روشن نظر آتی تھیں۔

اوشیدا کے علاوہ ایک چوکیدار بھی تھا جو رات کو پہرہ دینے کی بجائے لمبی تان کر سوتا تھا اور اوشیدا اس سے لاعلم بھی نہیں تھا اور لاعلم ہوتا بھی کیسے، جب کہ وہ خود ہی اسے رات کے کھانے کے بعد سلا دیا کرتا تھا۔

اوشیدا اپنا کھانا خود ہی پکایا کرتا تھا۔ اور اس کا معمول تھا کہ رات کے کھانے کے بعد چوکیدار کو اپنی بنائی ہوئی چائے کا ایک کپ ضرور پلاتا تھا اور اس چائے کے پیتے ہی چوکیدار پر نیند کا غلبہ ہوتا تھا اور اسے بھی اس چائے کی ایسی چاٹ پڑی تھی کہ سر شام

ہی اس کی طلب محسوس ہونے لگتی تھی اور رات کے کھانے کے بعد خود ہی اس جگہ پہنچ جاتا تھا جہاں اوشیدہ اپنا کھانا تیار کیا کرتا تھا۔ چوکیدار چائے پی کر چلا جاتا اور اپنی کوٹھری میں پہنچ کر ڈھیر ہو جاتا۔ کچھ دیر بعد اوشیدا بھی باہر نکلتا اور اس کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ چوکیدار سو گیا ہے، وہ موٹر سائیکل اٹھاتا تھا اور عمارت کو مقفل کر کے ساحل کے بالکل ہی ویران حصے کی طرف نکل جاتا تھا۔

اس کے دوسرے ساتھیوں کو اس کی ان مصروفیات کا علم نہیں تھا۔ آج بھی اس نے معمول کے مطابق موٹر سائیکل سنبھالی تھی اور عمارت کو مقفل کر کے نکلا چلا گیا تھا۔

رات کے نو بجے تھے اور فضا میں پرشور موجوں کے ساحل سے ٹکرانے کی آواز کے علاوہ اور کسی قسم کی کوئی آواز نہیں پائی جاتی تھی۔ لیکن اب اس میں موٹر سائیکل کے انجن کا شور بھی شامل ہو گیا تھا۔

موٹر سائیکل کی رفتار تیز نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک پوائنٹ پر روشنی کے اشارے دیکھے اور اسی جانب بڑھتا چلا گیا۔ یہ اشارے ایک موٹر بوٹ سے ہوئے تھے۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے موٹر سائیکل روکی اور اتر کر موٹر بوٹ کی سید میں جا کھڑا ہوا۔ یہاں سمندر پرسکون تھا...... اس نے مخصوص انداز میں اپنے ہاتھ ہلائے اور موٹر بوٹ سے سرچ لائٹ کی روشنی اس پر پڑی اور اس نے پھر کسی قسم کا اشارہ کیا۔ اس بار موٹر بوٹ آہستہ آہستہ خشکی کی طرف بڑھنے لگی۔ اور پھر وہ اتنی قریب آ گئی کہ اوشیدا بہ آسانی اس پر چڑھ گیا۔ موٹر سائیکل اس نے کنارے ہی پر چھوڑ دی تھی۔

موٹر بوٹ کا رخ موڑ دیا گیا۔

ذرا دیر بعد وہ خاصی تیز رفتاری سے جنوب کی طرف چلی جا رہی تھی۔ اوشیدا خاموش بیٹھا رہا۔ کشتی پر دو افراد اور بھی تھے لیکن وہ آپس میں بھی گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ یہ سفر قریباً بیس منٹ تک جاری رہا تھا۔ اوشیدہ کے انداز سے معلوم ہوتا تھا یہ سفر اس

کے لیے کوئی نئی بات نہ ہو، کیونکہ موٹر بوٹ کے رکتے ہی وہ اس پر سے چھلانگ لگا کر خشکی پر آیا تھا۔ اور ایک طرف چل پڑا تھا اور موٹر بوٹ پر موجود افراد میں سے کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی تھی۔

ریت کی مختصر سی پٹی طے کر کے وہ اس پتھریلی چڑھائی پر چڑھنے لگا، جس نے کہیں کہیں اچھی خاصی پہاڑیوں کی سی شکل اختیار کر لی تھی اور اب ایک چھوٹی سی ٹارچ اس کے ہاتھ میں روشن تھی، جس کی مدد سے وہ اپنے راستوں کا تعین کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسی عمارت کے سامنے کھڑا نظر آیا، جس کی ساری کھڑکیاں روشن تھیں۔ وہ آگے بڑھا، برآمدے میں ایک کتے نے اس کا استقبال کیا تھا لیکن وہ اس پر جھپٹا نہیں تھا بلکہ ہلکی سی غراہٹ کے ساتھ اس کے قدموں میں لوٹنے لگا تھا۔

دروازہ کھلوانے کے لیے اسے دستک بھی نہیں دینی پڑی تھی۔ دروازہ خود بخود کھلا تھا اور وہ کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اندر چلا گیا تھا۔

* * *

راہداری کے سرے پر پہنچتے ہی کسی نے کہا۔ ''روم نمبر گیارہ، مسٹر اوشیدا!'' ۔ وہ بائیں جانب مڑ گیا۔ اور اسی راہداری کے تیسرے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ ہلکی سی دستک دی۔

''پلیز...... کم ان......'' اندر سے ایک نسوانی آواز آئی۔

اوشیدا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ سامنے بڑی سی میز پر ایک سیاہ فام آدمی چت پڑا ہوا تھا اور اس کے قریب ایک سیاہ فام عورت بھی کھڑی تھی۔

''مسٹر اوشیدا۔'' اس نے سیاہ فام مرد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''اس کا خون ٹیسٹ کر کے بتاؤ کہ اسے آر سی تھری کتنی مقدار میں دیا جا سکتا ہے؟''

اوشیدا نے سر کو جنبش دی اور بائیں طرف والی میز پر رکھے ہوئے آلات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن پھر آلات کی جانب جانے کی بجائے اس میز کی طرف بڑھا جس پر سیاہ فام آدمی لیٹا ہوا تھا۔ اس نے جھک کر اس کا جائزہ لیا۔ اور پلکیں اٹھا کر آنکھیں دیکھیں۔

''کیا یہ کسی نشہ آور دوا کے زیر اثر ہے؟'' اس نے سیاہ فام عورت سے پوچھا۔

عورت نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

''تب تو فوری طور پر میں کچھ نہیں کر سکتا۔'' اوشیدا نے کہا۔

''کیوں نہیں کر سکتے؟''

''جب تک کہ اس کے سسٹم سے نشے کے اثرات زائل نہ ہو جائیں، ٹسٹنگ کے لیے خون لینا بیکار ہوگا۔''

''تب تو خاصا وقت درکار ہوگا۔''

''یہی بات ہے۔''

''خیر انتظار کیا جائے گا۔''

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. © 2006

''لیکن میں ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں ٹھہر سکوں گا۔''

''کیا مطلب؟''

''انچارج جانتا ہے۔'' اوشیدا نے لاپرواہی سے کہا۔

عورت نے مڑ کر دیوار سے لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے ایک سوئچ پر انگلی رکھدی۔

دوسرے ہی لمحے میں ایک آواز گونجی۔ ''ہیلو......!''

''مارک...... میں میڈیلینا ہوں۔'' عورت نے اونچی آواز میں کہا۔

''یس، مادام!''

''مسٹر اوشیدا کہہ رہے ہیں کہ وہ ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے لیکن اس میں ابھی خاصا وقت صرف ہوگا۔''

''مسٹر اوشیدا ٹھیک کہتے ہیں، مادام! ان کی زیادہ دیر غیر حاضری نامناسب ہوگی۔'' آواز آئی۔

''تو پھر کوئی متبادل انتظام ہونا چاہیئے۔''

''صرف مسٹر اوشیدا ہی آر۔ سی۔ تھری کے اسپیشلسٹ ہیں۔ اور کوئی یہ کام نہیں کر سکے گا۔''

''مجھے جلدی ہے۔''

''مسٹر اوشیدا کو میرے پاس بھیج دیجیے۔''

عورت نے اوشیدا کی طرف دیکھا اور وہ سر کو جنبش دے کر کمرے سے نکل آیا۔ اور دائیں جانب مڑ کر سیدھا چلتا رہا۔ پھر راہداری کے اختتام پر رک گیا۔

''پلیز...... کم ان، مسٹر اوشیدا!'' راہداری میں آواز گونجی اور وہ ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

سامنے ایک قدآور اور توانا سفید فام آدمی کھڑا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اوشیدا سے مصافحہ کیا۔

’’کیا قصہ ہے، مسٹر مارک؟‘‘ اوشیدا نے پوچھا۔

’’اس عورت نے دشوار میں ڈال دیا ہے۔‘‘ مارک آہستہ سے بولا۔

’’میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔‘‘

’’مادام ٹی تھری بی کی پرسنل اسسٹنٹ ہے۔ تمھیں رکنا ہی پڑے گا، مسٹر اوشیدا۔‘‘

’’سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سرکاری لیب میرے چارج میں ہے۔ ناممکن ہے کہ رات بھر خالی پڑی رہے۔ چوکیدار بھی صبح سے پہلے نہیں ہوگا۔‘‘

’’واقعی دشواری آپڑی ہے۔‘‘

’’یہ کام کل شب کو بھی ہو سکتا ہے۔ اس وقت تک ڈرگ کے اثرات خون سے پوری طرح زائل ہو چکے ہوں گے۔ آر۔ سی۔ تھری کی مقدار کے لیے خون کی ٹسٹنگ ہنسی کھیل نہیں ہے۔‘‘

’’میں سمجھتا ہوں۔‘‘ وہ سر ہلا کر بولا۔ ’’اچھا تم یہیں ٹھہرو۔ میں خود جا کر اسے سمجھتا ہوں وہ کمرے سے نکل کر اس کمرے کی طرف بڑھ گیا، جہاں میڈیلینا تھی۔

’’کیا کہہ رہا ہے؟‘‘ میڈیلینا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

’’وہ ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں رک سکتا، مادام! سرکاری لیب کا انچارج ہے۔ اور لیب ہی کے ایک حصے میں رہتا بھی ہے۔ چوکیدار کو نشہ آور چائے پلوا آتا ہے۔ اگر اسی وقت واپس نہ گای تو ڈیوٹی پر آنے والوں کو لیب مقفل ملے گی۔‘‘

’’تب تو واقعی دشواری ہوگی۔‘‘ میڈیلینا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ’’میں دراصل یہ کام اپنی موجودگی میں کرانا چاہتی ہوں۔ جانتے ہو، یہ کون ہے؟‘‘

اس نے میز پر بیہوش پڑے ہوئے سیاہ فام آدمی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

’’نہیں، مادام!‘‘

’’عمران کا باڈی گارڈ جوزف مگونڈا ہے۔ میں اسے آر۔ سی۔ تھری کا انجکشن دلوانا چاہتی ہوں۔‘‘

”یہ کام میں خود اپنی نگرانی میں کرا سکتا ہوں۔“

”مجبوراً یہی کرنا پڑے گا۔ بات صرف آر۔ سی۔ تھری ہی تک نہیں رہے گی۔ اس کے بعد اسے روما کیو۔ پی دیا جائے۔“

”یہ انجکشن میرے پاس نہیں ہے۔“

”میں فراہم کردوں گی۔“

”اس کے بارے میں جانتا بھی نہیں ہوں۔ میرے لیے بالکل نیا نام ہے۔“

”آر۔ سی۔ تھری تو آدمی کو اپنی شخصیت کے احساس سے عاری کردیتا ہے۔“

”جی ہاں، میں جانتا ہوں۔“ مارک نے کہا۔

اور دوسرا انجکشن روما کیو۔ پی، اس میں ایک نئی حس پیدا کرے گا۔ شکاری کتوں کی سی حس۔ اس طرح وہ خود ہی اپنے مالک کو ڈھونڈ نکالے گا۔“

”یعنی اپنی شخصیت کے احساس سے عاری ہوجانے کے بعد شکاری کتا بن جائیگا۔“

”صرف کارکردگی کے اعتبار سے۔ کتوں کی طرح بھونکے گا نہیں۔ تم اسے کسی کی بھی بو پر لگا سکو گے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”اگر یہاں سے تمہارا کوئی قیدی فرار ہوجائے تو تم اس کا استعمال کیا ہوا لباس اسے سنگھا کر مفرور کی تلاش میں روانہ کرسکو گے۔ وہ، اسے کسی کھوجی کتے ہی کی طرح ڈھونڈ نکالے گا۔“

”کمال ہے، اگر میں اس سے لاعلم ہوں۔“

”حال ہی کی ایجاد ہے۔“

”آپ مطمئن رہیں۔ میں اپنی نگرانی میں سارے کام کراؤں گا۔“

”لیکن بہت دیر ہوجائے گی۔ خیر تو سنو، جب بھی آر۔ سی۔ تھری کا انجکشن لگ سکے۔ اس کے ٹھیک آٹھ گھنٹے بعد روما کیو پی کا انجکشن دیا جائے گا۔“

IqbalCyberLibrary
All rights reserved
©2002

’’بہت بہتر ......‘‘

’’او بحالت بیہوشی ہی اگر اس کا میک اپ بھی کر دیا جائے تو بہتر ہوگا میں نہیں چاہتی کہ عمران کی تلاش کے دوران میں اسے بحیثیت جوزف پہچانا جا سکے۔‘‘

’’یہ کام تو ابھی شروع کرایا جا سکتا ہے۔‘‘ مارک نے کہا۔ ’’پلاسٹک میک اپ کا ماہر موجود ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔ تو اسی سے ابتدا کرو۔‘‘ میڈیلینا نے کہا۔

’’میں ابھی آیا۔‘‘ کہتا ہوا وہ دروازے کی جانب بڑھا ہی تھا کہ عجیب سی آواز پوری عمارت میں گونجنے لگی۔ اور وہ اچھل پڑا۔

’’کیا بات ہے؟‘‘ میڈیلینا نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

’’کوئی غلط طریقے سے عمارت میں داخل ہوا ہے۔‘‘ مارک نے کہا اور تیزی سے بائیں جانب والے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا۔ میڈیلینا کی نظر اسی پر تھی۔ مارک نے سوئچ بورڈ پر ایک سوئچ آن کیا۔ اور اسی کے قریب دیوار پر ایک اسکرین روشن ہو گئی۔ اسکرین پر کسی عمارت کا پلان نظر آ رہا تھا۔ میڈیلینا بھی مارک کے قریب ہی آ کھڑی ہوئی۔

عمارت میں گونجنے والا شور اب تھم چکا تھا۔

’’یہ دیکھئے۔‘‘ مارک نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ ایک ننھا سا تاریک نقطہ اسکرین پر آہستہ آہستہ حرکت کر رہا تھا۔

’’کون ہو سکتا ہے؟‘‘

’’ابھی پکڑا جائے گا۔ وہ چھت پر ہے۔‘‘ مارک نے کہا۔

’’تم خود دیکھو، اس کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا۔‘‘

’’آپ غالباً عمران کی بات کر رہی ہیں...... لیکن یہاں کئی بار ایسا ہو چکا ہے۔ اس ویرانے میں تنہا عمارت دیکھ کر بہترے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ دیواروں پر

کمندیں ڈال کر چھت پر چڑھتے ہیں اور پکڑے جاتے ہیں۔ وہ دیکھئے...... ہماری سیکیوریٹی کے لوگ بھی حرکت میں آ گئے ہیں۔"

اسکرین پر کچھ اور بھی متحرک نقطے نظر آنے لگے تھے لیکن وہ پہلے نقطے سے بہت فاصلے پر تھے۔

میڈیلینا کی نگاہ اسکرین پر جمی ہوئی تھی۔ پلان میں پہلے سے داخل ہونے والا نقطہ بہت ہی نپے تلے انداز میں حرکت کر رہا تھا۔ اور دوسرے نقطوں سے اس کا فاصلہ کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

یہ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔" دفعتہً اس نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔" مجھے دیکھنے دو۔"

"ٹھہریئے، مادام!" وہ زور سے چیخا۔" شاید اس نے پلان کیمرہ تباہ کر دیا۔"

میڈیلینا نے مڑ کر دیکھا۔ اسکرین تاریک ہو چکی تھی۔ وہ پھر پلٹ آئی اور مارک سے بولی۔" یہیں ٹھہرو۔ بالکل ایسے بن جاؤ جیسے اس کی موجودگی سے لاعلم ہو۔"

"لیکن سیکیوریٹی گارڈز اس کے پیچھے ہیں۔"

"اگر وہ اس وقت بھی ہاتھ نہ آیا تو میں نہیں کہہ سکتی کہ کیا ہوگا۔"

"اگر یہ عمران ہی ہے تو بچ کر نہیں جا سکے گا۔ آپ مطمئن رہیئے۔" مارک بولا۔

"کیا یہ ہماری کوئی نجی عمارت ہے؟" تھریسیا نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں، مادام! سرکاری ہے اور یہاں ایک پروجیکٹ ہماری نگرانی میں چل رہا ہے"

"تو پھر کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔ عمران نے اس عمارت میں داخل ہونے سے قبل اس کا پلان حاصل کر لیا ہوگا۔ پلان کیمرے کا ناکارہ ہو جانا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ کسی معمولی چور کو کیا معلوم کہ پلان کیمرہ کہاں پوشیدہ ہے؟"

"خدا کی پناہ! یہاں تک میرا ذہن پہنچا ہی نہیں تھا۔"

"وہ سیکیوریٹی گارڈز کے ہاتھ نہیں آئے گا۔" میڈیلینا نے کہا۔ کچھ سوچتی رہی پھر

بولی ’’یہاں کی روشنی بجھا دو اور یہیں ٹھہر کر اس کا انتظار کرو۔‘‘

’’لیکن کیا ضروری ہے کہ وہ اسی کمرے میں آئے؟‘‘

’’وہ اس کی تلاش میں یہاں آیا ہے۔‘‘ میڈیلینا بیہوش جوزف کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ’’اور اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ اس نے جوزف کی نقل و حرکت پر نظر رکھی تھی۔ ویسے تم بے فکر رہو۔ یہ شخص بھی یہاں کے ریکارڈ کے مطابق مر چکا ہے۔‘‘

’’میں نہیں سمجھا۔‘‘

’’عمران کے ساتھ ہی یہ بھی غرق ہوا تھا۔‘‘

’’تب تو مجھے جوابدہی کا خدشہ نہیں ہونا چاہیے۔‘‘

’’اوشیدا کو یہاں سے نکال آؤ۔‘‘ میڈیلینا نے کہا۔

’’بہت بہتر۔‘‘ مارک نے کہا اور کمرے سے باہر آ گیا۔ اس دوران میں خود میڈیلینا نے کمرے میں اندھیرا کر دیا تھا۔ مارک تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے میں پہنچا، جہاں اوشیدا کو چھوڑ گیا تھا۔

’’تم فوراً چلے جاؤ۔‘‘ مارک نے اس سے کہا۔

اوشیدا اٹھ کھڑا ہوا لیکن مارک کے چہرے نظر آنے والی سراسیمگی اس سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

’’کیا بات ہے، مسٹر مارک! تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟‘‘

’’کوئی خاص بات نہیں۔ اوپر کا کوئی موجود ہو تو یہی کیفیت ہوتی ہے۔ بس تم نکل ہی جاؤ۔ کل شب کو دیکھا جائے گا۔‘‘

اوشیدا کمرے سے نکل گیا۔ اور مارک کھڑا سوچتا رہا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ یہاں کے پروجیکٹ میں مشیر کی حیثیت رکھتا تھا۔ بظاہر مغربی جرمنی کا فرستادہ اور بباطن زیرولینڈ کا ایجنٹ بھی تھا۔ لیکن ابھی تک اسے کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا، جس کی بنا پر اس کی دونوں حیثیتیں آپس میں متصادم ہوتیں۔ عمران کے سلسلے میں

اسے عملی حصہ نہیں لینا پڑا تھا۔ محض اس سے ہوشیار رہنے کے لیے اس کی تصویر اس تک بھی پہنچا دی گئی تھی۔ اور اب اس عورت میڈیلینا کی وجہ سے بھی خواہ مخواہ ملوث ہو گیا تھا۔

دفعتہً کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ اچھل پڑا۔ باہر سے آواز آئی۔ ”میں، اوشیدا ہوں۔ مسٹر مارک!“

وہ دانت پیس کر رہ گیا۔ پھر آگے بڑھ کر دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔ ”تم ابھی تک یہیں ہو؟“

”اوہ، دیکھو! ٹائیگرو کو کیا ہوا ہے؟ جب میں آیا تھا، تب تو ٹھیک تھا۔ حسب معمول میرا استقبال کیا تھا۔“ اوشیدا گھبرائے ہوئے انداز میں بولا۔

”کیا ہوا، ٹائیگر کو؟“

”لان پر بے حس و حرکت پڑا ہوا ہے۔“

”اوہ...... نہیں، کہاں؟“ مارک نے کہا اور مضطربانہ انداز میں کمرے سے نکل آیا۔ اوشیدا اسے باہر لایا تھا۔ لان پر ایک جگہ وہی کتا پڑا ہوا نظر آیا، جس نے اوشیدا کی آمد پر اس کے قدموں میں لوٹیں لگائی تھیں۔

”کیا یہ مر گیا ہے؟“ مارک بے ساختہ اس پر جھکتا ہوا بولا۔

”نہیں، میرا خیال ہے کہ...... اوہ...... کہیں کسی نے اسے بے ہوش تو نہیں کر دیا۔“ اوشیدا چوکنا ہو کر بولا۔

”جاؤ...... تم چلے جاؤ۔“ مارک جھلا کر بولا۔

”تم...... میں جا رہا ہوں۔“ اوشیدا نے کہا اور تیزی سے ساحل کی طرف چل پڑا۔

مارک، کتے کو گود میں اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچانک اس نے ٹامی گن کی تڑتڑاہٹ سنی...... اور اچھل پڑا۔ پھر کتے کو وہیں چھوڑ دینا پڑا تھا۔ ٹامی گن کی فائرنگ کی آواز عورت سے آئی تھی۔ تو پھر کیا یہ عقلمندی ہوتی کہ وہ دوبارہ عمارت ہی میں

داخل ہونے کی کوشش کرتا۔ اس نے عمارت کی طرف دیکھا اور سناٹے میں آ گیا۔ پوری عمارت تاریک نظر آ رہی تھی۔ شاید مین سوئچ آف کر دیا گیا تھا۔ کیا سکیوریٹی گارڈز نے یہ قدم اٹھایا ہوگا؟ سوال نہیں نہیں پیدا ہوتا۔ اندھیرے میں وہ چور کو کس طرح پکڑیں گے؟ ایک بار پھر ٹامی گن کا برسٹ مارا گیا اور اس نے یہی مناسب سمجھا کہ سینے کے بل لیٹ کر ساحل کی طرف رینگنا شروع کر دے۔

تھوڑی ہی دور چلا ہوگا کہ کوئی مخالف سمت سے آتا دکھائی دیا۔ اس کا ہاتھ کوٹ کی اندرونی جیب میں چلا گیا، جس میں اعشاریہ دو پانچ کا پستول موجود تھا لیکن قبل اس کے کہ پستول نکالتا۔ اس دھندلے سائے نے آہستہ سے اس کا نام لے کر آواز دی۔

”اوہ......اوشیدا!“ وہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر تیزی سے اٹھا تھا۔ ”تم پھر واپس آ گئے۔“ وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔

”میڈیلینا کشتی پر موجود ہے۔“ اوشیدا نے کہا۔ ”اور تمھیں بلا رہی ہے۔“

”تنہا ہے؟“ مارک نے پوچھا۔

”ہاں، تنہا ہی ہے۔ جلد کرو۔“

وہ بہت تیزی سے حال پر آئے تھے اور کشتی پر چڑھ گئے تھے۔ مارک نے میڈیلینا کی آواز سنی۔ وہ اس کا نام لے کر خیریت دریافت کر رہی تھی۔

”میں ٹھیک ہوں، مادام! لیکن ٹائیگر شاید اب مر ہی جائے۔“

”نکل چلو۔ فی الحال، یہاں تمھاری موجودگی مناسب نہ ہوگی۔“

”پتا نہیں، وہاں کیا ہو رہا ہے؟“ مارک بولا۔ ”میں نے دوبار ٹومی گن کی فائرنگ سنی تھی۔“

میڈیلینا کچھ نہ بولی۔ موٹر بوٹ حرکت میں آ گئی تھی۔ اوشیدا کو ٹھیک اس جگہ اتارا گیا، جہاں موٹر سائیکل چھوڑ کر اس نے موٹر بوٹ کا سفر اختیار کیا تھا۔

”کل کا کیا پروگرام ہے؟“ میڈیلینا نے کہا۔ ”تا اطلاع ثانی تم وہیں ٹھہرو گے،

جہاں تمھارا قیام ہے۔"

اوشیدا نے سر کو جنبش دی اور موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا۔ کشتی پر اسی جانب موڑ دی گئی، جدھر سے آئی تھی۔

"اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟ مادام؟" مارک نے میڈیلینا سے پوچھا۔

"فی الحال، تم میرے ساتھ چلو گے۔"

مارک خاموش ہوگیا۔

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

☆

عمران کو یقین تھا کہ اب تھریسیا، جوزف پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گی۔ اس لیے وہ اس کی طرف سے غافل نہیں رہا تھا لیکن اس کے باوجود بھی تھریسیا پر قابو لینے کی کوئی گھات سمجھ میں نہیں آئی تھی وہ میڈیلینا ہی کے روپ میں اس مہم پر نکلی تھی اور یہی چیز عمران کو محتاط رہنے پر مجبور کرتی رہی تھی۔ آخر اس روپ میں کیوں جو عمران کا جانا پہچانا تھا۔

بہر حال، مختلف مراحل سے گزرتا ہوا وہ اس عمارت تک جا پہنچا تھا۔ جہاں جوزف کو بے ہوش کر کے لے جایا گیا تھا...... عمارت کے پلان سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد اس نے تنہا ہی وہاں جا گھسنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ لیکن اسے اس کا علم نہیں تھا کہ رکھوالی کے کسی کتے سے بھی سابقہ پڑے گا۔ بہر حال، اس کے سلسلے میں ڈارٹ گن کام آئی تھی۔ جیسے ہی اس نے اس پر چھلانگ لگائی تھی، نشہ آور ڈارٹ کا شکار ہو گیا تھا۔

عمران یہ بھی جانتا تھا کہ جیسے ہی چھت پر پہنچے گا خطرے کے الارم کی آواز عمارت میں گونجنے لگے گی اور یہی نہیں بلکہ چھت پر نصب شدہ پلان کیمرہ نیچے والوں کو اس کی نقل و حرکت سے بھی آگاہ کرتا رہے گا۔ لہٰذا اوپر پہنچ کر اس نے جلد از جلد پلان کیمرے کو ناکارہ کر دینے کی کوشش کی تھی۔

اس مرحلے سے بھی گزر جانے کے بعد اس نے سیکوریٹی گارڈز کی طرف توجہ دی تھی۔ وہ ان سے تصادم نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ اپنے ہی تھے۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوگا۔ کہ خود انہی کے درمیان کس قسم کے مجرم پوشیدہ ہیں۔

بہر حال، انہیں بھی بڑی تدبیروں سے ڈارٹ گن کا نشانہ بنا کر بیہوش کیا تھا۔ ایک کو تو دوڑ کر سنبھالنا بھی پڑا تھا۔ بس پھر جہاں تھا، وہیں رک گیا۔ تھوڑی دیر بعد اسی جگہ فرش پر زور زور سے پاؤں مار کر ایک طرف ہٹ گیا۔ توقع تھی کہ اس کا کوئی رد عمل

All rights reserved ©2002-2006

ضرور ظاہر ہوگا۔ لیکن کہیں سے ہلکی سی آواز بھی نہ آئی۔

پھر اس نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی تھی اور روشنی کی ایک باریک سی لکیر کے سہارے راستے کا تعین کر کے آگے بڑھنے لگا تھا۔ اسی طرح اس نے پوری عمارت چھان ماری تھی۔ لیکن جوزف کے علاوہ اور کوئی ہاتھ نہیں آیا تھا وہ بھی بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

پھر اس ڈھائی من کی لاش کو کندھے پر لاد کر کئی فرلانگ پیدال چلنا پڑا تھا... اور عمران کی آنکھوں میں ستارے رقص کرنے لگے تھے۔

اور اب جوزف ایک آرام کرسی پر پڑا چھت کو اس طرح تکے جا رہا تھا جیسے ابھی ابھی چھت سے ٹپکا ہو۔ سامنے عمران کھڑا اسے گھورے جا رہا تھا۔

آخر جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''کچھ سمجھ میں نہیں آتا، باس!''

''کیا ابھی تیرا یہی دل چاہتا ہے کہ مجھے چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے؟'' عمران نے ڈپٹ کر پوچھا۔

''نہیں، باس! پیدا کرنے والے کی قسم! اب ایسا کوئی خیال دل میں نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا؟'' وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔

''تو پھر وہ اسی انجکشن کا اثر تھا۔''

''لیکن اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟''

''ہومیوپیتھی۔'' عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''نہیں، باس! اس سے تنفر ہو جانے کے لیے میں کوئی دوا نہیں کھاؤں گا۔ بس مجھے یوں ہی مرنے دو۔''

''بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔''

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی اور عمران چونک پڑا۔ کیلی گراہم کے علاوہ اور کوئی اس قیامگاہ سے واقف نہیں تھا۔

دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے بغلی ہولسٹر پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ آج کل اس ہولسٹر میں ریوالور کے بجائے ڈارٹ گن رہتی تھی۔ پتا نہیں کب اپنے ہی آدمیوں سے مڈبھیڑ ہو جائے...... اور اسے ان پر بھی گولی ہی چلانی پڑے۔ لہٰذا ڈارٹ گن ہی مناسب تھی۔

"کون ہے؟" اس نے دروازے کے پاس پہنچ کر اونچی آواز میں پوچھا۔

"کیلی......!" باہر سے آواز آئی۔

عمران نے دروازہ کھول دیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ بغلی ہولسٹر سے ڈارٹ گن بھی نکال چکا تھا۔ اور یہ اس لیے ہوا تھا کہ اسے کیلی گراہم کے پیچھے دو افراد اور بھی نظر آئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کیلی کی کمر سے ریوالور کی نال لگا رکھی تھی۔ دوسرا اس کے پیچھے تھا۔

عمران نے پہلے اسی کو نشانہ بنایا...... اور وہ جیب میں ہاتھ ڈالتے ڈالتے ڈھیر ہو گیا۔ لیکن دوسرا آدمی، جس نے کیلی کی کمر سے ریوالور لگا رکھا تھا۔ غرایا۔ "میں اسے ختم کر دوں گا ورنہ پستول زمین پر ڈال دو۔"

کیلی نے بڑی بے بسی سے عمران کی طرف دیکھا تھا۔ عمران ڈارٹ گن فرش پر ڈال کر پیچھے ہٹ گیا۔

نووارد کیلی سمیت اندر داخل ہو کر بولا۔ "اگر میرا ساتھی مر گیا تو اچھا نہیں ہو گا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ نووارد اچانک کیلی کے پاس سے ہٹ کر ریوالور کا رخ عمران کی طرف کرتا ہوا بولا۔ "اسے بھی اندر اٹھا لاؤ۔"

"بہت اچھا، جناب!" عمران نے بڑے ادب سے کہا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دونوں کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔

وہ برآمدے میں آیا اور جھک کر بیہوش آدمی کو اٹھانے لگا۔ اس کی پشت دوسرے آدمی کی طرف تھی لہٰذا اسے اٹھانے سے پہلے اس کا ہاتھ اس کے بغلی ہولسٹر میں رینگ

گیا۔

''ٹھہرو! سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔'' دفعتاً عقب سے دوسرے آدمی کی آواز آئی۔

شاید اس دوران میں اسے بھی اپنے بیہوش ساتھی کا بغلی ہولسٹر یاد آ گیا تھا لیکن اب دیر ہو چکی تھی عمران اٹھتے اٹھتے لڑکھڑایا۔ اس طرح زاویہ بدل کر ایک دم مڑا اور اس کے ریوالور والے ہاتھ پر فائر کر دیا۔

پانسہ پلٹ چکا تھا۔ کیلی نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے گرے ہوئے ریوالور پر قبضہ کر لیا۔ اور وہ تو اپنا بایاں ہاتھ پکڑے جھومتا رہ گیا تھا۔

اسی عالم میں عمران اسے کمرے میں دھکیل لے گیا۔ ادھر فائر کی آواز سن کر جوزف بھی دوڑ پڑا تھا۔

''اسے اندر اٹھا لاؤ۔'' عمران نے برآمدے میں پڑے ہوئے آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ جوزف نے بڑی پھرتی سے تعمیل کی تھی۔ بالکل نہیں معلوم ہوتا تھا کہ ذرا دیر پہلے مردوں کی طرح پڑا رہا ہوگا۔

وہ، اسے ہاتھوں پر اٹھا لایا اور ایک طرف فرش پر ڈال دیا۔ زخمی آدمی اب بھی ہاتھ دبائے کراہے جا رہا تھا۔

عمران نے دروازہ بند کر دیا اور ڈارٹ گن فرش سے اٹھا کر بغلی ہولسٹر میں رکھتا ہوا بولا۔ ''کیلی! میں نے تمھیں باہر نکلنے سے بار رکھنے کی کوشش کی تھی۔''

''باہر نکلے بغیر کام بھی تو یہ چلتا۔''

''یہ لوگ کہاں سے ٹکرائے تھے؟''

''میں نہیں جانتی کہ کب سے اور کہاں سے میرا تعاقب شروع کیا تھا۔ ظاہر تو یہیں آ کر ہوئے تھے اور مجھے مجبور کیا تھا کہ میں دروازے پر دستک دوں۔''

''کیا خیال ہے، یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں؟''

''معلوم کرو۔''

’’کس سے معلوم کروں؟ میرا خیال ہے کہ دوسرا ابھی بیہوش ہونے والا ہے۔‘‘

’’خون ضائع ہو رہا ہے۔‘‘

’’تت......تم......لوگ پچھتاؤ گے۔‘‘ زخمی آدمی کہتا ہوا بیہوش ہو گیا۔

’’اس کا زخم دیکھو۔‘‘ عمران نے کیلی سے کہا۔ ’’میرا خیال ہے کہ گولی کھال پھاڑتی ہوئی گزر گئی ہے۔‘‘

’’تم نے واقعی کمال کر دیا۔‘‘

’’جان بچانے کے لیے ہر زاویے پر نظر رکھنی پڑتی ہے۔‘‘

’’اور خود صرف ڈارٹ گن لیے پھرتے ہو۔‘‘

’’جب تک خود میری جان پر نہ بن جائے۔ کسی زندگی کو ختم کر دینے سے احتراز کرتا ہوں۔‘‘

’’تمھارا فلسفہ بھی عجیب ہے۔‘‘

’’میں نے کہا تھا، ذرا اس کا زخم دیکھ لو۔‘‘

’’ہاں دیکھتی ہوں۔‘‘

عمران نے جوزف سے کہا۔ ’’تم کب تک کھڑے رہو گے۔ جاؤ، اپنی آرام کرسی پر

* * *

’’میں اب ٹھیک ہوں، باس!‘‘

کیلی، فرسٹ ایڈ باکس کے لیے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ جوزف اس کے قریب آ کر آہستہ سے بولا۔ ’’کیا تم اس عورت پر اعتماد کرتے ہو، باس؟‘‘

’’تجھے یہ نئی کیوں سوجھی؟‘‘

’’بس، میں یونہی پوچھ رہا ہوں، باس! تا کہ اسی مناسبت سے اپنا رویہ رکھوں۔‘‘

’’فی الحال، میں فیصلہ نہیں کر سکا ہوں کہ اس پر اعتماد کیا جائے یا نہیں۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔ میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔‘‘

’’میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پہلے سے زیادہ عقلمند ہو گئے ہو۔‘‘

’’پتا نہیں۔ کیا بات ہے، باس! مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری آنکھوں کے سامنے سے کسی قسم کا پردہ ہٹ گیا ہو... اور جیسے وہ دن رات ہی نہ ہوں۔‘‘

’’ایک ذرا سا دُکھ اور جھیل لے جائے تو بس بیڑا پار ہے۔‘‘

’’کوشش تو کر رہا ہوں، باس!‘‘

’’بس جاؤ، آرام کرو۔‘‘

’’یہ کون لوگ ہیں۔ باس؟‘‘

’’مجھے تو رومونوف کے آدمی لگتے ہیں۔‘‘

’’تو پھر دوسرے بھی گھات ہی میں ہوں گے، اگر وہ اس عورت کو پہچانتے ہیں۔‘‘

’’دیکھا جائے گا۔‘‘

اتنے میں کیلی واپس آ گئی۔ زخم دیکھ کر پہلے ہی یہ رائے ظاہر کر چکی تھی کہ وہ مخدوش نہیں ہے۔ خون روکنے کی تدبیروں کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ کیوں کہ خون جمنے لگا تھا۔

ہاتھ کی ڈریسنگ کے بعد ان دونوں کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کی جانے لگی

IqbalCyberLibrary
All rights reserved.
©2002-2006

تھیں۔

تھوڑی دیر بعد اسے ہوش آ گیا، جسے عمران ڈارٹ گن کا نشانہ بنایا تھا۔

جوزف ریوالور کا رخ اس کی جانب کیے مسلسل اسے خونخوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

‘‘مم......میں کہاں ہوں؟......تم لوگ کون ہو؟’’ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

‘‘کیا تم اسے نہیں پہچانتے؟’’ عمران نے کیلی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

‘‘نہیں......’’

‘‘حالانکہ اسی کا تعاقب کرتے ہوئے تم دونوں یہاں آئے تھے اور اسے مجبور کیا تھا کہ دروازے پر دستک دے۔’’

‘‘کیا تم ہم لوگوں کے خلاف کوئی کیس بنانا چاہتے ہو؟’’ اس نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

‘‘نہیں تمھیں تمھارے گھر تک پہنچانا چاہتے ہیں۔’’

‘‘ہم دونوں سڑک پر چلے جا رہے تھے، کسی نے زبردستی ہمیں یہاں پہنچا دیا۔’’

‘‘تم کسی عدالت کو جوابدہی نہیں کر رہے۔ اگر زبردستی لائے گئے ہو تو یہاں دفن بھی کیے جا سکتے ہو۔’’

‘‘اوہ......تو یہ بات ہے۔’’

‘‘ہاں، یہی بات ہے۔’’

‘‘میرے ساتھی کے ہاتھ پر پٹی کیسی بندھی ہوئی ہے۔’’

‘‘وہ زخمی ہو گیا تھا لیکن کوئی ایسی تشویش کی بات نہیں ہے۔ وہ بھی ہوش میں آ جائے گا۔’’

‘‘تم کون ہو؟’’

”تمھاری دانست میں مجھے کون ہونا چاہیے۔“

”اس سیاہ فام کی موجودگی میں تم عمران ہی ہو سکتے ہو۔“

”تمھارا خیال غلط نہیں ہے۔“

”کیا تم اس عورت کو دوست سمجھتے ہو؟“

”تاوقتیکہ اس کی کوئی دشمنی ثابت نہ ہو جائے، دوست ہی سمجھوں گا۔“ عمران نے کیلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن کیلی کی آنکھوں میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

”فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟“ کیلی نے جلدی سے کہا۔ اس کی آواز سے بھی اضطراب ظاہر ہو رہا تھا۔

”یہ ابھی ابھی تمھارے خلاف سازش کر کے آئی ہے۔“ غیر ملکی اجنبی نے کہا۔

”تم یہ ساری بکواس سن رہے ہو۔“ کیلی بگڑ کر بولی۔

”سن لینے میں کیا حرج ہے۔“

”میں ثابت کر سکتا ہوں۔“

اس سے پہلے تم اپنا تعارف کرا دو تو بہتر ہے۔“ عمران نے کہا۔

”میں انٹونیوک ہوں اور وہ......“ اس نے اپنے بیہوش ساتھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”سرجی پیٹرووچ ہے۔“

”رومونوف کے آدمی ہو؟“

”مجھے یقین تھا کہ تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا۔ ہم حقیقتاً تمھاری نگرانی تمھارے تحفظ کے لیے کرنا چاہتے تھے۔“

”اچھا......اچھا......“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”مجھے علم نہیں تھا۔“

”یقین کرو۔ اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔“

”تم کہتے ہو تو یقین کر لوں گا۔ چائے پیو گے یا کافی؟“

’’تم آخر کیا کر رہے ہو؟‘‘ کیلی پھر جھنجھلا کر بولی۔

’’میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا کہ کیا کر رہا ہوں۔‘‘

’’وقت ضائع کر رہے ہو۔‘‘

’’پھر تم ہی کوئی معقول مشورہ دو۔‘‘

’’انہیں ٹھکانے لگا کر یہیں چھوڑ چلو۔‘‘

’’لیکن چلیں کہاں؟‘‘

’’میں سب کچھ طے کر آئی ہوں۔ کام تمہاری مرضی کے مطابق ہی ہو گا۔ بے فکر رہو۔‘‘

’’انیٹونیوک نے قہقہہ لگایا۔

’’کیا یہ خوشی کی بات ہے؟‘‘ عمران نے اس سے پوچھا۔

’’تمہیں زبردست دھوکا دیا جا رہا ہے۔‘‘

’’اسے شوٹ کر دو۔‘‘ کیلی نے جوزف سے کہا۔

’’باس کے حکم پر شوٹ بھی کر سکتا ہوں۔‘‘

’’اچھی بات ہے تو پھر میں جا رہی ہوں۔‘‘

’’نہیں، مسی! باس کی مرضی کے بغیر یہاں کچھ نہیں ہو سکتا۔‘‘

’’کیا مطلب؟‘‘

’’یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔‘‘ عمران سرد لہجے میں کہا۔ ’’تم ابھی نہیں جا سکتیں۔‘‘

’’کیوں نہیں جا سکتی؟‘‘

’’مسٹر انیٹونیوک کو اپنی بات پوری کر لینے دو۔‘‘

’’وہ جو کچھ کہے گا۔ سرے سے بکواس ہو گی۔‘‘

’’بکواس ہی سہی کم از کم اس سے نیت کا اندازہ تو ہو ہی سکے گا۔‘‘ عمران نے کہا۔

’’ہاں، تو مسٹر انیٹونیوک! تم کیا کہہ رہے ہو؟‘‘

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

''غالباً تم نے دونوں طاقتوں کی مشترکہ کانفرنس کی بات کی تھی۔''

''صرف دونوں طاقتوں کی نہیں بلکہ اس میں برطانیہ، فرانس اور مغربی جرمنی کی بھی شمولیت ضروری سمجھتا ہوں۔''

''بہر حال، یہ اپنے آدمیوں سے مشورہ کر کے آئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ تم سے متفق ہو جائے۔''

''سب بکواس ہے۔ میں نے کسی سے مشورہ نہیں کیا۔ یہاں کسی سے بھی میرا رابطہ نہیں ہے۔

''اس سے بڑا جھوٹ، اس صدی میں دوسرا نہ بولا گیا ہوگا۔''

''اتنی بڑی بات۔'' عمران مسکرا کر بولا۔

''یقین کرو، مسٹر عمران! یہ اپنے سفارت خانے میں گئی تھی اور وہیں یہ مشورے ہوئے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ تمھیں اپنے ساتھ مغربی جرمنی لے جائے اور پھر وہاں سے تمھارا اغوا عمل میں آئے۔''

''میں کہتی ہوں کہ یہ بکواس ہے۔''

''خیر...... یہ ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔'' عمران نے کہا۔

''تو گویا تمھیں اس کی باتوں پر یقین آ گیا ہے؟''

''فی الحال، اس معاملے میں اظہار خیال کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔ تم میرے ساتھ آؤ۔''

عمران نے اسے دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ اس طرف بڑھ گئی اور عمران، جوزف کو چوکس رہنے کی ہدایت کر کے اس کے پیچھے چل پڑا۔

دوسرے کمرے میں پہنچ کر وہ اس کی طرف مڑی اور عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی۔

''اگر یہ ساری باتیں نہ ہوتیں، تب بھی تم تم سے ایک سوال ضرور کرتا۔'' عمران مسکرا کر بولا۔

”وہ سوال تم کرسکتے ہو“

”میں نے تاکید کی تھی کہ میک اپ کے بغیر باہر نہ نکلنا لیکن تم نے پرواہ نہیں کی اور انہیں اپنے ساتھ لگا لائیں۔“

”مجھے میک اپ سے الجھن ہوتی ہے۔ میری کھال بہت حساس ہے۔ مختلف قسم کے لوشنوں کو برداشت نہیں کرسکتی...... اور وہ پلاسٹک کے ٹکڑے، خدا کی پناہ!“

”تمھیں، زیرولینڈ کے ایجنٹ بھی پہچانتے ہیں۔“

”یہ بھی درست ہے۔“

”اوہ وہ اینٹونیوک بھی غلط نہیں کہہ رہا۔“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

”سنو......!“ دفعتاً وہ بگڑ کر بولی۔ ”اگر تم مجھ پر اعتماد نہیں کرسکتے جا رہی ہوں۔“

”تمھاری مرضی۔“ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ ”نہ میں نے تمھیں بلایا تھا اور نہ روک سکتا ہوں۔“

”یاد رکھو۔ بری طرح پچھتاؤ گے۔“

عمران کچھ نہ بولا اور کیلی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تو پھر میں جا رہی ہوں۔“

”ارے، واہ! برا مان گئیں۔“ عمران زور سے ہنس پڑا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور وہ برا سا منہ بنا کر ترچھی ہوتی چلی گئی۔ اور پھر اگر عمران نے اسے بائیں ہاتھ سے سنبھال بھی نہ لیا ہوتا تو وہ فرش پر گری ہوتی۔

اس نے اس کے شانے کی وہ رگ دبائی تھی، جس کی چوٹ حرام مغز کو تیزی سے متاثر کرتی ہے۔ اس نے اسے بستر پر ڈال دیا اور کمرے کے دروازے کو باہر سے مقفل کر کے پھر وہیں واپس آگیا، جہاں جوزف ان دونوں کو کور کیے کھڑا تھا۔

’’اچھا تو مسٹر اینٹونیوک! اب کیا پروگرام ہے؟‘‘ عمران نے اس سے سوال کیا۔

’’ہمارے ساتھ چلو...... ورنہ یہ لوگ تمہیں کسی قابل نہ چھوڑیں گے۔‘‘

’’تم سمجھے نہیں۔ میرا مطلب تھا کہ اب اس لاش کا کیا کریں؟‘‘

’’کس لاش کا؟‘‘ اینٹونیوک نے چونک کر پوچھا۔

’’اسی عورت کی بات کر رہا ہوں۔‘‘

’’یعنی کہ...... وہ عورت...... کک...... کیلی گراہم......!‘‘

’’ہاں! میں نے اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہے۔‘‘

’’یہ کیا...... کیا تم نے؟‘‘ وہ بوکھلا کر اٹھتا ہوا بولا۔

’’بیٹھے رہو۔‘‘ جوزف غرایا اور وہ مشینی طور پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

’’تمہیں اس سے کیا پریشانی ہے؟‘‘ عمران نے اس غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ’’دوستوں کی دشمنی سے مجھے نپٹنا آتا ہے۔ دوستوں کے فراڈ کو میں کبھی معاف نہیں کیا کرتا۔‘‘

’’لل...... لیکن مار کیوں ڈالا؟‘‘

’’میری مرضی...... زندہ رکھ کر کیا کرتا؟‘‘

’’تت...... تم نے بہت برا کیا...... وہ ہمارے کام آتی۔‘‘

’’سوال تو یہ ہے کہ میں اسے تمہارے کام کیوں آنے دیتا؟‘‘

’’پتا نہیں، کیسی باتیں کر رہے ہو؟‘‘

’’اس میں شک نہیں کہ تم انگریزی نہ بولنے والوں کی طرح انگریزی بول رہے ہو، لیکن میں اس پر یقین نہیں کر سکتا کہ تم روہنوف کے آدمی ہو۔‘‘

’’اب دوسری طرح کی باتیں کرنے لگے۔‘‘ وہ عجیب کھسیانے سے انداز میں بولا۔

’’میرے دوست! میں سب کچھ تمہارے چہرے پر پڑھ رہا ہوں۔ کیلی کی موت کا

صدمہ ابھی تک تم پر سایہ کیے ہوئے ہے۔"

"بس خاموش رہو۔ نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہو؟" وہ ہاتھ پھیلا کر بولا۔

"جوزف...... میں ابھی آیا۔ پوری طرح ہوشیار رہنا۔" کہتا ہوا عمران پھر اسی کمرے کی طرف چل پڑا، جہاں کیلی کو چھوڑ آیا تھا۔

فرسٹ ایڈ بکس کے ایک خانے سے کسی سیال کی شیشی نکالی اور اسے، ہائپوڈرمک سیرنج میں کھینچنے لگا۔

سیال کی خاصی مقدار سرنج میں منتقل کر لینے کے بعد کیلی کی طرف متوجہ ہوا، اب بھی بستر پر بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔

عمران نے بڑے مغموم انداز میں سر کو جنبش دیتے ہوئے اس سیال کی تھوڑی سی مقدار کیلی کے بازو میں انجکٹ کر دی اور کمرے کا دروازہ بند کرتا ہوا پھر انہی لوگوں کی طرف چل پڑا۔ اس بار اس نے کمرے کا دروازہ باہر سے بولٹ نہیں کیا تھا۔

اینٹونیوک نے اتنی دیر میں اپنی حالت پر قابو پا لیا تھا اور خاصے جارحانہ موڈ میں معلوم ہوتا تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی غصیلے لہجے میں بولا۔ "یہ ہمارے خلوص کی توہین ہے۔"

"مجبوری ہے، مسٹر اینٹونیوک...... یا جو کچھ بھی تمہارا اصل نام ہو......"

"پتا نہیں، تم کیا سمجھ رہے ہو؟"

"تمہارا ساتھی شاید تم سے بہتر طور پر گفتگو کر سکے؟" لہٰذا اب میں اسے ہوش میں لانا چاہتا ہوں۔" عمران بائیں ہاتھ میں دبی ہوئی سرنج اسے دکھاتا ہوا بولا۔ اور وہ صرف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

عمران نے بیہوش آدمی کے بائیں بازو میں انجکشن دیا تھا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟" اینٹونیوک نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"حقیقت...... تمہاری حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم اپنا اور ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

''اور شاید میں نے ہی تمہیں مدعو کیا تھا کہ یہاں آ کر میرے ساتھ وقت ضائع کرو۔ ''عمران اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

''کک......کیا مطب؟''

''تمہیں بھی انجکشن لینا پڑے گا۔''

''یہ نہیں ہوسکتا۔''

''دوسری صورت میں کیلی کی طرح مرجانا پڑے گا۔'' عمران نے کہا اور جوزف سے بولا۔ ''قریب آ کر اس کی کمر سے ریوالور لگا دو۔ اگر یہ ذرا سی بھی جدوجہد کرے تو گولی ماردینا۔''

''تت......تم پچھتاؤ گے۔''

''بہت دنوں سے پچھتا رہا ہوں۔ میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ چلو، خود ہی اپنا بازو کھول دو۔''

جوزف قریب آ گیا تھا۔ اس کے عقب میں پہنچ کر اس نے کھیل ہی ختم کر دیا یعنی پستول کی نال کمر سے لگانے کی بجائے اس کا دستہ خاصی قوت سے اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ ہلکی سی کراہ کے ساتھ وہ منہ کے بل فرش پر چلا آیا تھا۔

''بہت اچھے۔'' عمران سر ہلا کر بولا ''بہت سمجھدار ہو گیا ہے۔ لیکن انجکشن تو دینا ہی پڑے گا تا کہ کم از کم دو گھنٹے تک اسے بھی ہوش نہ آ سکے۔''

''بلی والا تو نہیں ہے، باس؟''

''نہیں، اس کا الزام تھریسیا کے سر جا چکا ہے۔ لہٰذا اب اسے نہیں استعمال کیا جائے گا۔''

''لیکن یہ چکر، میری سمجھ میں نہیں آیا، باس! تم نے تو کہا تھا کہ وہ عورت تمھاری دوست ہے۔''

''ہوسکتا ہے کہ خود اسے دھوکے میں رکھا گیا ہو۔''

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

''کیا واقعی تم نے اسے مار ڈالا؟''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ بھی انہی کی طرح بے ہوش ہے۔ بہر حال، اب جلدی کرو، ہم یہاں سے کہیں اور چل رہے ہیں۔''

بیس منٹ کے اندر اندر وہ ضروری سامان سمیٹ کر اس اسٹیشن ویگن میں جا بیٹھے تھے، جو گیراج میں کھڑی تھی۔ روانگی سے قبل عمران نے اس کی نمبر پلیٹیں بھی تبدیل کی تھیں۔

''تعاقب کا دھیان رکھنا۔'' عمران نے جوزف سے کہا۔ ''ہو سکتا ہے۔ وہ دونوں تنہا نہ رہے ہوں۔''

گاڑی گیراج سے نکل کر سڑک پر آ گئی۔ اور جوزف نے کہا۔ ''تم نے ایک فائر بھی تو کیا تھا۔ باس! اگر ان دونوں کا کوئی اور ساتھی بھی آس پاس موجود ہوتا تو فائر کی آواز سن کر ادھر ضرور آیا ہوتا۔''

''تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔''

''ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تم نے آخر اس عورت کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا؟''

''وہ دونوں اسی کے ساتھی تھے۔''

''تعجب ہے۔''

''کس بات پر......؟''

''اگر وہ اس کے ساتھی ہوتے تو وہ تمہیں، ان میں سے کسی پر فائر کرنے کا موقع نہ دیتی۔''

''اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہیں جانتی تھی۔''

''کیا نہیں جانتی تھی؟''

''یہی کہ وہ حقیقتاً انہی لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں، جن سے وہ خود بھی متعلق ہے۔''

''ہاں، یہ ہو سکتا ہے۔''

”ہو نہیں سکتا۔ بلکہ یہی ہوا ہے۔ کیلی کو سامنے لا کر انہوں نے دہری چال چلی ہے۔ اگر کیلی کے ہتھے نہ چڑھوں تو دوسری ٹیم کا اعتماد حاصل کرلوں اور ضروری نہیں ہے۔ کہ کیلی دوسری ٹیم سے بھی واقفیت رکھتی ہو۔“

”واقعی، باس! تم بہت چوکنے رہتے ہو...... لیکن اب ہم جا کہاں رہے ہیں؟“

”فکر نہ کرو۔ اب تو اسی طرح بسر ہوگی۔“

”لیکن، باس! کب تک؟“

”ارے، تو واقعی حیرت انگیز طور پر آدمی بنتا جا رہا ہے۔ پہلے تو تجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ کہاں کھڑا ہے۔“

”باس! خدا کے لیے بار بار یاد نہ دلاؤ۔“

”اچھا...... اچھا...... تو واقعی مجاہدہ کر رہا ہے۔“

جوزف کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر غم کے بادل چھا گئے تھے۔

* * *

کیلی کو ان دونوں سے پہلے ہوش آیا تھا۔ اٹھ کر کمرے سے نکلی اور سیدھی اسی طرف گئی، جہاں وہ دونوں ابھی تک بے ہوش پڑے تھے۔ پھر وہ پوری عمارت میں چکراتی پھری تھی۔ ذرا ہی سی دیر میں بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ عمران اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ وہ پھر اسی کمرے میں آئی، جہاں وہ دونوں بیہوش تھے۔

کیلی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اس نے تو بڑے خلوص سے عمران کی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی تھی۔ یعنی اس تگ و دو میں تھی کہ اس کے تجویز کو وہ ممالک کے نمائندوں کی ایک کانفرنس طلب کی جائے۔ اس سلسلے میں اپنے سفارتخانے کے ایک ذمے دار آفیسر سے بھی گفتگو کی تھی اور اس نے کہا تھا کہ تجویز بہت معقول ہے اور شاید اس پر عمل کرنا بھی ممکن ہو۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس تجویز کو آگے بڑھائے گا...... لیکن پتہ نہیں، یہ دونوں کون ہیں اور کہاں سے آ ٹپکے؟ یقیناً اس سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میک اپ کے بغیر باہر نہیں نکلنا چاہیئے تھے۔ وہ پر تشویش نظروں سے دونوں بیہوش آدمیوں کو دیکھتی رہی۔ پھر اچانک کچھ خیال آیا۔ اور اٹھ کر ان کی جامہ تلاشی لینے لگی۔

ان کے شناختی کارڈ نکالے، جن پر ان کے وہی نام درج تھے، جو انہوں نے عمران کو بتائے تھے...... لیکن نہ جانے کیوں، وہ ان سے مطمئن نہ ہو سکی، کیونکہ خود بھی ایسے بہتیرے کھیل، کھیل چکی تھی۔

شناختی کارڈ ان کی جیبوں میں دوبارہ رکھ دیئے اور ایک کے داہنے پیر کا جوتا اتارنے لگی۔ اس کے ہاتھ میں ہلکی سی لرزش پائی جاتی تھی۔ شاید اندیشہ تھا کہ اس کارروائی کے دوران ہی میں اسے ہوش آ جائے گا۔

بہر حال، جوتا اتار لینے کے بعد تلے کے استر کے نیچے کچھ ٹٹولنے لگی اور دفعتہً اس کی سانسیں تیز ہو گئیں۔ جوتے کے اندر سے ہاتھ نکالا تو دو انگلیوں کے درمیان پولیتھین

کا ایک لفافہ تھا، جس میں دوسرا شناختی کارڈ نظر آیا اور یہی اس شخص کا شناختی کارڈ تھا۔

کیلی نے جبڑے بھینچ کر ایک طویل سانس لی۔ اس شناختی کارڈ کے مطابق وہ اسی ملک کی ایک خفیہ تنظیم کا رکن تھا۔ جس کے لیے وہ خود کام کر رہی تھی۔

اس نے شناختی کارڈ کو دوبارہ جوتے کے استر کے نیچے رکھ کر اسے جوتا پہنا دیا۔

اب سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ آخر کار یہی فیصلہ کیا کہ عمران جو کچھ کر گیا ہے، اس میں تبدیلی نہ کرنی چاہیے۔ لہٰذا پھر اسی کمرے میں واپس آئی، جہاں کچھ دیر پہلے بے ہوش پڑی رہی تھی۔

ذہن پر بری طرح جھنجلاہٹ کا حملہ ہوا تھا۔ جتنی گالیاں بھی یاد تھیں، انہیں ان لوگوں سے منسوب کرتی رہی۔

پھر عمران کا رویہ یاد آیا اور وہ حیرت کے سمندروں میں غوطے لگانے لگی۔ کتنی جلدی وہ معاملے کی تہ تک پہنچ گیا تھا۔ شاید اپنی اسی صلاحیت کی بنا پر اب تک زندہ ہے۔

وہ بستر پر لیٹ کر سوچنے لگی...... کیا عمران نے بھی ان دونوں کی جامہ تلاشی لی ہوگی؟ یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا...... ورنہ وہ اسے اس طرح کیوں چھوڑ جاتا؟ کیا اب وہ اسے یقین دلا سکے گی کہ وہ ان سے لاعلم تھی؟ شاید نہیں۔

پھر اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا یہ مناسب ہوگا کہ وہ ان دونوں کے ہوش میں آنے تک وہیں رکی رہے۔ اس کے ساتھ خود اسی کے محکمے نے جس قسم کا فراڈ کیا تھا، اس کا جواب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ بھی اسے ڈبل کراس کرتی۔

وہ اٹھی اور اپنا اٹیچی کیس اٹھا کر ٹیلیفون والی میز کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ وہ سوچ رہی تھی کیوں نہ سفارتخانے کے اس آفیسر کو اس واقعے کی اطلاع دے دی جائے جس سے اس کا رابطہ تھا۔ یہی مناسب بھی ہوگا۔ اس نے نمبر ڈائل کیے اور ماؤتھ پیس میں بولی۔ ”مسٹر فرانز پلیز......!“

فرانز سے جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ اسے بتانے لگی کہ کس طرح رومونوف کے دو

آدمیوں نے اس کا تعاقب کیا تھا اور عمران تک جا پہنچے تھے اور عمران نے ان میں سے ایک کو زخمی کر دیا تھا۔“

”اس نے نہ جانے کیوں، میرے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا، جو ان کے ساتھ کیا تھا۔“

وہ ماؤتھ پیس میں منمنائی۔

”تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”نہ صرف ان دونوں کو بے ہوش کیا، بلکہ مجھ پر بھی ڈارٹ گن چلائی اور اپنے سیاہ فام ملازم کو لے کر نہ جانے کہاں چل دیا۔“

”یہ تو بہت برا ہوا۔ رومونوف کے آدمی کہاں ہیں؟“

”یہیں پڑے ہوئے ہیں۔ ابھی تک ہوش میں نہیں آئے۔ ذرا ہی دیر پہلے مجھے ہوش آیا ہے اور میں بھی یہاں سے نکل رہی ہوں۔“

”نہیں، تم وہیں ٹھہرو۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں ان دونوں کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی نکل جانا چاہتی ہوں۔“

”اچھا...... تو سیدھی یہیں آنا۔“

”ظاہر ہے اور کہاں جاؤں گی...... لیکن خدشہ ہے کہ کہیں باہر بھی کچھ لوگ موجود نہ ہوں۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ نکلی چلی آؤ۔“

وہ دانت پیس کر رہ گئی۔ کتے کہیں کے۔ مجھے چارے کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ یہ حقیقت بھی تھی کہ وہ عمران کے لیے دوستی کے جذبات کے ساتھ یہاں آئی تھی۔ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں دھوکے کھائے گی۔ اس نے تو یہی بہتر ہوگا کہ وہ سچ مچ زیرو لینڈ کی ایجنٹ بن جائے۔ ڈبل ایجنٹ کا رول ادا کرے۔

''اچھی بات ہے۔'' کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ وہ یہاں سے نکل جانے میں پل بھر کی دیر بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔ اٹیچی کیس اٹھا کر باہر نکلی چلی آئی۔ اسے یقین تھا کہ گیراج خالی ہوگا۔ عمران نے گاڑی وہاں نہ چھوڑی ہوگی۔

عجیب اتفاق تھا کہ باہر نکلتے ہی ایک ٹیکسی بھی مل گئی۔ پہلے تو وہ اس کی جانب بڑھتی ہوئی ہچکچائی تھی...... لیکن یہ دیکھ کر کہ ٹیکسی ڈرائیور ایک مرگھلا سا مقامی آدمی ہے، تیزی سے قدم بڑھائے۔

ڈرائیور نے اپنی سیٹ سے اٹھے بغیر ہاتھ بڑھا کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اٹیچی کیس سمیت ٹیکسی میں داخل ہوتی ہوئی بولی۔ ''ہوٹل تھری اسٹارز!''

ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور کیلی سوچتی رہی کہ اس کے سفارتخانے نہ پہنچنے پر کیا ردعمل ہوگا؟ وہ لوگ کیا سوچیں گے؟...... اس کے علاوہ اور کیا سوچیں گے کہ وہ یا تو رومونوف کے ہتھے چڑھ گئی یا زیرولینڈ کے ایجنٹوں نے اس پر قابو پالیا ہوگا۔

وہ سوچتی رہی۔ وقت گزرتا رہا۔ یہاں کے راستوں سے ناواقف تھی۔ ہوٹل تھری اسٹارز کا نام سنا تھا۔ نہ پہلے کبھی وہاں گئی تھی اور نہ راستے ہی سے واقف تھی۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور سیدھی پورچ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ انجن بند کر کے ڈرائیور اترا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔ عجیب الخلقت آدمی تھا۔ بے حد دبلا پتلا اور بہت لمبا آدمی تھا لیکن چہرے کی بناوٹ چینیوں کی سی تھی۔

اس نے بڑے ادب سے اس کا اٹیچی کیس اٹھایا اور اسے گاڑی سے اترنے میں مدد دی۔ کیلی نے دس دس کے تین نوٹ پرس سے نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

''اس کی ضرورت نہیں، مادام!'' اس نے بڑی شستہ انگریزی میں کہا۔

''کیا مطلب؟''

''آپ اس ملک میں مہمان ہیں۔ اس لیے میں نے اسے بھی ملکی روایات کے

خلاف سمجھتا کہ آپ کو کسی ہوٹل میں لے جاؤں۔“

”اوہ... تو یہ تھری اسٹار نہیں ہے؟“

”نہیں، مادام!“

”تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی؟“ وہ ایک دم بھڑک اٹھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں برآمدے سے آواز آئی۔ ”شور مچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ چپ چاپ اندر چلی آؤ۔“

برآمدے میں کھڑے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ہوا بڑا سا پستول نظر آیا اور اس کی روح فنا ہوگئی۔ لیکن وہ آدمی بھی سفید فام نہیں تھا۔ چینی ہی معلوم ہوتا تھا۔

یہ کس مصیبت میں پڑ گئی؟ اس نے سوچا اور چپ چاپ برآمدے کے طرف بڑھ گئی۔ مسلح آدمی اسے لیے ہوئے ایک نہایت شاندار ڈرائینگ روم میں آیا۔ جو بے حد قیمتی فرنیچر اور اعلیٰ درجے کی آرائشی مصنوعات سے مزین تھا۔ کیلی کمرے میں پہنچ کر مسلم آدمی کی طرف مڑی۔

”تم کون ہو اور میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں ہوا ہے؟“ کیلی نے سخت لہجے میں پوچھا۔ ”کیا یہاں سیاحوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جاتا ہے؟“

”تشریف رکھیے، محترمہ!“ اس نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔ ”آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”تم آخری ہو کون؟“

”مسٹر سنگ ہی کا ایک ادنیٰ خادم۔“

”سنگ ہی۔“ وہ اچھل پڑی۔

”ہاں، مس ترمہ! میرے باس ساری دنیا میں بے حد جانی پہچانی شخصیت ہیں۔“

”لل...... لیکن...... مجھ سے کیا سروکار؟“

”وہی آپ کو بتا سکیں گے۔ میں تو لاعلم ہوں۔“

”سوال تو یہ ہے......“

”پلیز محترمہ...... ہر قسم کی گفتگو انہی سے کیجئے گا۔ ہو سکتا ہے آپ کے رتبے سے ناواقفیت کی بنا پر مجھ سے کوئی گستاخی سرزد ہو جائے۔“

”تم عجیب قسم کی باتیں کر رہے ہو۔ مسٹر سنگ ہی ہیں کہاں؟“

”جلد ہی ان سے ملاقات ہو گی۔“

کیلی کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ اس نے سنا تھا کہ سنگ ہی بھی زیرولینڈ کی تحریک سے منسلک ہو گیا ہے...... تو گویا وہ آخر کار زیرولینڈ کے ایجنٹوں کے ہتھے چڑھ ہی گئیں۔ سنگ ہی کی خوفناک کہانیاں بھی اس نے سن رکھی تھیں۔ اس لیے اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ اس سے تو یہی بہتر تھا کہ فراز ہی کے مشورے پر عمل کرتی۔ اس نے اسے وہیں رکے رہنے کو کہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہی ٹیکسی ڈرائیور کمرے میں داخل ہوتا دکھائی دیا، جو اسے یہاں تک لایا تھا۔ لیکن اب اس کے جسم پر ڈرائیور کی خاکی وردی نہیں تھی۔ نہایت اعلیٰ درجے کے سوٹ میں ملبس تھا اور گہری سرخ رنگ کی ٹائی سینے پر پڑی ہوئی تھی۔

”مجھے امید ہے کہ تمہیں بہت زیادہ غصہ آیا ہو گا۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

”لیکن آخر کیوں؟“

”ابھی تک میں ایک خاموش تماشائی کی طرح سب کچھ دیکھتا رہا ہوں۔ کسی بھی معاملے میں دخل اندازی نہیں کی لیکن اس مرحلے پر میرا خون کھول ہی گیا۔“

”کس مرحلے پر؟“

”دیدہ و دانستہ یہ سوال کر رہی ہو۔ کیا تم نے خود اپنے ہی آدمیوں سے دھوکہ نہیں کھایا ہے؟“

وہ سناٹے میں آ گئی۔ یہ لوگ اس حد تک آگاہی رکھتے ہیں۔ دوسروں کے معاملات سے۔

''لیکن تمھیں اس سے کیا؟'' کیلی نے دل کڑا کر کے کہا۔

''بس، ایسے معاملات میں مجھے خدائی فوجدار ہی سمجھ لو۔''

یہ عنایت بے وجہ تو نہیں ہو سکتی؟''

''تم بہت خوبصورت ہو، کیلی گراہم!''

''اور کوئی وجہ نہیں ہے؟''

''اور کیا وجہ ہو سکتی ہے؟''

''کیا زیرولینڈ کے ایجنٹوں کو عمران کی تلاش نہیں ہے؟''

''یقیناً ہے۔''

''تو پھر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ محض میرے حسن سے متاثر ہو کر تم نے مجھ پہ یہ کرم کیا ہے۔''

''میں جانتا ہوں کہ اب تمھیں بھی عمران کے ٹھکانے کا علم نہیں ہے۔''

''بڑے وثوق سے کہہ رہے ہو۔''

''اس لیے کہ یہی حقیقت ہے۔''

کیلی خاموش ہو کر غور سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔ عجیب سا چہرہ تھا۔ پچکے ہوئے گالوں کی ابھری ہوئی ہڈیاں اور دھنسی ہوئی چھوٹی چھوٹی آنکھیں، لیکن نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر کسی سالخورہ سانپ کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ ویسے شہرت کے اعتبار سے شخصیت بالکل صفر معلوم ہوتی تھی۔ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ وہی سنگ ہی ہے، جس کے لاتعداد محیر العقول کارنامے اس کے حافظے میں محفوظ تھے۔

سنگ ہی تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''پہلے تو اپنی یہ غلط فہمی رفع کر لو کہ میرا کوئی تعلق زیرولینڈ سے بھی ہے۔''

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved. ©2002-2006

* * *

’’یہ ایک مصدقہ حقیقت ہے۔‘‘

’’تھی، کہو۔ اب نہیں ہے۔ اب تو تھریسیا، میری جان کی دشمن ہے اور میں اس کے خون کا پیاسا ہوں۔‘‘

’’تو پھر تمہارا ان معاملات میں پڑنا کیا معنی رکھتا ہے؟‘‘

’’باؤل دے سوف کا نیگیٹو، میرے کام بھی آ سکتا ہے۔‘‘

’’تو یہ کہنا چاہیئے کہ عمران کے پیچھے چار پارٹیاں ہیں۔‘‘

’’مجھے الگ ہی رکھو۔ میں عمران کے پیچھے نہیں ہوں۔ لیکن اسے بھی برداشت نہیں کروں گا کہ نیگیٹو، اس سے کوئی اور ہتھیا لے۔ خیر ختم کرو۔ یہ باتیں تو پھر ہوں گی...... تم کیا پیو گی؟‘‘

’’یہاں تو پینے کو ترس گئی ہوں۔ شراب بندی ہوگئی ہے نا..... طلب ہو تو سفارت خانے جاؤ۔‘‘

’’سنگ ہی کے پاس کس چیز کی کمی ہو سکتی ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔‘‘

وہ اسے دوسرے کمرے میں لایا، جہاں بار تھی اور کاؤنٹر کے پیچھے ریکوں پر لاتعداد بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ کیلی نے منہ چلا کر ہونٹوں پر زبان پھیری اور آہستہ سے بولی۔ ’’مارٹینی پلیز!‘‘

’’ابھی لو۔‘‘ کہہ کر سنگ ہی نے ایک گلاس تیار کیا اور اسے پیش کرتا ہوا۔ ’’میں دوستوں کا دوست ہوں۔‘‘

’’شکریہ۔‘‘ وہ مسکرائی اور دو گھونٹ لینے کے بعد بولی۔ ’’تم نہیں پیو گے کیا؟‘‘

’’میں بوتل سے پیتا ہوں۔‘‘ سنگ ہی نے ریک سے ایک بوتل اٹھاتے ہوئے کہا۔

’’نیٹ پیتے ہو۔‘‘

’’بالکل نیٹ۔ پانی ملی ہوئی بھی کوئی پینے کی چیز ہے۔‘‘

’’ہاں، میں نے سنا تھا کہ تم بلانوش بھی ہو۔‘‘

’’بہر حال، میں دوستی کا دوست ہوں۔ تم نے اور بھی کچھ سنا ہو گا، میرے بارے میں۔‘‘

کیلی کے گال سرخ ہو گئے...... اور وہ اس سے نظریں چرانے لگی۔ سنگ ہی کے ہونٹوں پر شیطنت بھری مسکراہٹ تھی۔

’’کیا عمران کو علم ہے کہ تم بھی اس کی تاک میں ہو؟‘‘

’’اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے۔ وہ تو مجھے مردہ سمجھتا ہے۔ ہماری آخری ملاقات تنزانیہ کے جنگلوں میں ہوئی تھی۔‘‘

’’اور تم جانتے ہو کہ عمران اس وقت کہاں ہو گا؟‘‘

’’ہاں، میں جانتا ہوں کہ جوزف سمیت وہ اس وقت کہاں ہے؟‘‘

’’وہ میرے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہے۔‘‘

’’بے فکر رہو۔ میں اس کی غلط فہمی رفع کر دوں گا۔ لیکن کیا تم پھر اپنے آدمیوں میں واپس جاؤ گی؟‘‘

’’فی الحال، تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔‘‘

’’واقعی تمہارے ساتھ بڑی دغابازی ہوئی ہے۔ ویسے کیا تم عمران کو چاہتی ہو؟‘‘

’’وہ بہت اچھا دوست ہے۔ بے حد مخلص۔‘‘

’’میں نے پوچھا تھا، کیا تم اسے چاہتی ہو؟‘‘

’’شاید...... میں اسے چاہتی بھی ہوں؟‘‘

’’تب تو تم میری بھتیجی بھی ہوئیں۔‘‘

’’کیا مطلب......؟‘‘

’’وہ مجھے چچا کہتا ہے۔‘‘

’’بڑی عجیب بات ہے۔‘‘

’’واقعی بڑی عجیب بات ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے جانی دشمن بھی ہیں اور بعض حالات میں ایک دوسرے کو چھوٹ بھی دیتے ہیں۔ ‘‘

’’عمران نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا؟‘‘

’’غیر ضروری باتیں نہیں کرتا۔ ‘‘

’’یہ غلط ہے۔ اس سے زیادہ غیر ضروری باتیں کرنے والا اور کوئی دوسرا میری نظر سے نہیں گزرا۔ ‘‘

’’وہ اور بات ہے۔ ‘‘ سنگ ہی نے کہا۔ وہ آدھی سے زیادہ بوتل صاف کر چکا تھا۔

’’سوال تو یہ ہے کہ تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟‘‘

’’تم اپنے آدمیوں سے ہرگز نہ بچ سکتیں...... اور سنو! اسے بھول جاؤ کہ اس سلسلے میں کوئی بین الاقوامی کانفرنس ہوگی۔ اس کے لیے تمھاری تگ و دو بالکل فضول ہے۔

☆

’’خدا کی پناہ! تم یہ بھی جانتے ہو؟‘‘

’’میں نے تمھاری اور عمران کی مشاورت سنی تھی۔‘‘

’’کب اور کہاں؟‘‘

’’یہ غیر ضروری سوال ہے۔ ویسے اگر غلط کہہ رہا ہوں تو تردید کردو۔‘‘

’’نہیں، میں اس کی تردید نہیں کرسکتی۔‘‘

’’بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ناممکن ہے۔ کیونکہ بڑی طاقتوں کی نیتوں میں فتور ہے۔‘‘

’’میں نہیں سمجھی۔‘‘

’’ہر بڑی طاقت زیرولینڈ کے سائنسدانوں کو اپنی تحویل میں دیکھنا چاہتی ہے تاکہ وہ ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔ لہٰذا وہ زیرولینڈ والوں کے ’’مریخ‘‘ پر تنہا حملہ آور ہونا چاہتی ہے۔‘‘

’’اوہ...... اب میں سمجھی۔‘‘

’’حالانکہ یہ بالکل سامنے کی بات تھی۔‘‘

’’میں سمجھی تھی کہ وہ اسے مشترکہ مفاد کا معاملہ سمجھ کر آپس میں تعاون کریں گے۔‘‘

’’دنیا کے مٹ جانے کا غم کسی کو بھی نہیں ہے۔ ہر طاقت صرف اپنا وجود برقرار رکھنا چاہتی ہے۔‘‘

’’قرین قیاس ہے۔‘‘

’’قرین قیاس نہیں، بلکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔‘‘ سنگ ہی بوتل میں بچی کھچی شراب بھی حلق میں انڈیل کر بولا۔

’’چلو، سب کچھ تسلیم کیے لیتی ہوں لیکن پھر کیا ہوگا؟ عمران ساری زندگی اسی طرح چھپتا پھرے گا۔‘‘

www.IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

''ہرگز نہیں۔ میں اپنی تجویز اس کے سامنے رکھوں گا۔ ظاہر ہے، اس کی حکومت کو اس معاملے سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی...... اور وہ بڑی طاقتوں سے بھی تعاون کرنے پر تیار نہیں ہے۔ لیکن نچلا بیٹھنا اس کی عرشت کے خلاف ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ ان کے مریخ تک پہنچنا چاہتا ہے۔''

لیکن بڑی طاقتوں کی مدد کے بغیر یہ ناممکن ہوگا۔''

''تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟'' سنگ ہی سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''کیا میں خود بھی ایک بڑی طاقت نہیں ہوں۔'' کیلی نے پہلے خالی بوتل پر نظر ڈالی پھر اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑی۔

''کیا تم مجھے نشے میں سمجھ رہی ہو؟'' سنگ ہی کاؤنٹر کے پیچھے جاتا ہوا بولا۔ وہ اب دوسری بوتل اٹھا رہا تھا۔

وہ اسے حیرت سے دیکھے جا رہی تھی...... اس نے کاگ نکال کر بوتل ہونٹوں سے لگائی ہی تھی کہ دو مقامی عورتیں کمرے میں گھس آئیں اور ان میں سے ایک نے دوسری سے کہا۔ ''یہ دیکھو، حرامی کو، اب تیسری لے آیا ہے۔''

کیلی چونک کر مڑی لیکن جو کچھ کہا گیا تھا، اس کے پلے نہ پڑا اور سنگ ہی نے اردو میں ان سے کہا۔ ''یہ میری بھتیجی ہے۔''

''شکل دیکھو، حرامزادے کی...... یہ بھتیجی ہے۔''

''میرے بھائی نے ایک میم سے شادی کی تھی۔''

''تم جیسے ماں کے خصم کا کیا اعتبار......''

سنگ ہی ہنس ہنس کر ان کی گالیاں سنتا رہا۔ پھر بولا۔ ''کیا تم دونوں نہیں پیو گی؟''

انہوں نے للچائی ہوئی نظروں سے بار کی طرف دیکھا اور سنگ ہی نے لپک کر ایک ایک بوتل دونوں کو تھما دی۔

''لیکن یہاں نہیں۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اپنے کمروں میں جاؤ۔''

’’کیوں نہیں......‘‘ ایک چہکاری۔ ’’یہاں تو تم بھتیج رہے ہو۔‘‘

دونوں کمرے سے نکل گئیں اور کیلی، سنگ ہی کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

’’میری دیکھ بھال کرنے والیاں تھیں۔‘‘ سنگ نے لاپرواہی سے کہا۔ ’’ہاں، تو میں کہہ رہا تھا کہ میں بھی ایک بڑی طاقت ہوں۔ اپنے طور پر ایسی مہم ترتیب دے سکتا ہوں جو زیرولینڈ والوں کے مریخ تک پہنچ سکے۔‘‘

’’میں سمجھ گئی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔‘‘

’’اور یہی میں عمران کو بھی سمجھانا چاہتا ہوں۔ کاش! اس کی سمجھ میں آجائے۔‘‘

’’لیکن تمھارا اس میں کیا مفاد ہوگا؟‘‘

’’میں زیرولینڈ کے سارے یونٹوں کو کھنڈر بنا دینا چاہتا ہوں۔‘‘

’’آخر کیوں......؟‘‘

’’مقصد صرف تھریسیا پر قابو پانا ہے۔‘‘

’’صرف تھریسیا پر......؟‘‘ کیلی نے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا۔

’’ہاں، اپنی انا کی تسکین کے لیے۔ آج تک دنیا کی کوئی عورت، مجھ سے اکڑ کر اپنی اکڑن قائم نہیں رکھ سکی۔ ہر حال میں اسے حاصل کرتا ہوں اور پھر گڑھ میں پھینک دیتا ہوں۔‘‘

’’مجھ پر رحم کرنا، چچا!‘‘

’’ارے، تم تو بھتیجی ہو۔‘‘ وہ مشفقانہ انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

* * *

کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سن کر عمران چونک پڑا۔ جوزف کھڑکی کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔

''ذرا دیکھ تو...... یہاں کون ہو سکتا ہے؟'' عمران نے اس سے کہا...... اور وہ کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ پھر پلٹ کر دانت نکال دیئے۔

''کون ہے؟''

''کون برقعہ پوش خاتون ہیں اور ایک مرد ضعیف۔ ادھر ہی آرہے ہیں، باس! ٹیکسی سے اترے ہیں۔''

''یہاں آرہے ہیں؟'' عمران اچھل پڑا۔

''ہاں...... باس! اوہ...... اب شاید دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔

عمران نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود دروازے کے قریب پہنچ کر نہایت سریلی نسوانی آواز میں پوچھا۔ ''کون ہے؟''

باہر سے مردانہ آواز آئی۔ ''اے، بیٹی! اتنا اتراتی کیوں ہو؟ چچا کے علاوہ اور کوئی ہو گا؟

عمران نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے اور نسوانی ہی آواز میں کہا۔ ''ایک بار پھر بولو۔''

''ابے کھول... کیا بکواس لگا رکھی ہے۔''

''کانوں پر یقین نہیں آتا۔'' عمران اس بار اصل آواز میں بولا۔

''تم بھی میری طرح مردہ ہی ہو۔ اسے کیوں بھول جاتے ہو۔''

''برقعے میں کون ہے؟''

''خود ہی دیکھ لینا۔''

عمران نے بائیں جانب ہٹ کر دروازہ کھولا اور ساتھ ہی بغلی ہولسٹر سے ریوالور بھی

IqbalCyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

نکال لیا۔ عورت نے اندر قدم رکھتے ہی نقاب الٹ دی تھی۔

"تم......" عمران نے حیرت سے کہا۔

"اس کا کوئی قصور نہیں ہے، بھتیجے! اسے میں یہاں لایا ہوں۔" سنگ ہی نے اندر داخل ہو کر دروازے بند کرتے ہوئے کہا۔

"تمھارا ان سے کیا تعلق؟"

"تمھاری ہی وجہ سے تعلق بھی ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب اسی سے پوچھو۔"

"سنو، عمران......!" دفعتہً کیلی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ دونوں کون ہیں۔"

"پھر کس طرح علم ہوا؟"

"میں، ان دونوں سے پہلے ہوش میں آئی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان کے بارے میں میں نے مزید جاننا چاہا ہوگا۔ لہٰذا جامہ تلاشی لی اور دہرے شناختی کارڈ برآمد کیے۔ اصلی شناختی کارڈوں کے مطابق وہ میرے ہی محکمے کی ایک شاخ کے ارکان ثابت ہوئے اور پھر میں اس عمارت سے نکل کھڑی ہوئی۔"

کیلی خاموش ہو کر سنگ ہی کی طرف دیکھنے لگی اور سنگ ہی نے عمران سے کہا۔

"کیا تم ہمیں بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے، بھتیجے؟"

"بیٹھ جاؤ۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"بہت اکھڑے اکھڑے نظر آ رہے ہو؟" سنگ اسے گھورتا ہوا بولا۔

اس وقت سنگ کا حلیہ یہ تھا کہ اس نے گھٹنوں تک کی شیروانی پہن رکھی تھی اور بانس ایسی ٹانگوں میں چوڑی دار پاجامہ تھا...... اور چہرے پر بھورے رنگ کی مصنوعی ڈاڑھی تھی۔ آنکھوں میں شاید سرمے کی سلائیاں بھی پھیری گئی تھیں۔

جوزف دور بیٹھا انہیں حیرت سے دیکھے جا رہا تھا...... سنگ نے اسے آنکھ ماری اور وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے پتھر کھینچ مارا ہو۔

''صورت سے معلوم ہوتا ہے ترس رہے ہو۔'' سنگ نے ہنس کر کہا۔

''باس! اگر یہ تمھارے عزیز ہیں تو ان سے کہو کہ مجھ سے بات نہ کریں۔'' جوزف بھنا کر بولا۔

عمران ہاتھ ہلا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور سنگ ہی سے بولا۔'' آپ کی تشریف آوری کا مقصد......؟''

''ابھی تک خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن اب دخل اندازی کرنی ہی پڑی۔''

''تمھارا کیا انٹرسٹ ہے؟''

''ایڈونچر......اور یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ تمھاری تجویز قابل قبول نہیں تھی......ورنہ کیلی گراہم کے ساتھ فراڈ کیوں کیا جاتا۔''

''اچھا، تو پھر...؟''

''میں تمھیں مدد دینے کو تیار ہوں اور میرے وسائل سے بھی تم بخوبی واقف ہو۔''

''کس ملک کے لیے کام کر رہے ہو؟''

''سب پر لعنت بھیج چکا ہوں۔ اب میں خود ہی ایک بہت بڑا ملک ہوں۔''

''یعنی تم اپنے وسائل سے میری مدد کرو گے؟''

''یقیناً......تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟''

''اردو میں ایک لفظ ہے جسے میں کسی خاتون کے سامنے دہرانا پسند نہیں کروں گا، خواہ وہ اردو سے نابلد ہی کیوں نہ ہو۔''

''حرامی پن ترک کر کے سنجیدگی سے میری پیشکش پر غور کرو۔''

''تم محض ایڈونچر کی خاطر اس حد تک نہیں جا سکتے۔''

''کیا ضروری ہے کہ سارے معاملات فوری طور پر زیر بحث لائے جائیں۔''

”میں کیلی گراہم سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”ضرور......ضرور......“ سنگ مسکرا کر بولا۔

عمران کیلی کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کیلی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

”تم اسے کب سے جانتی ہو؟“ عمران نے خشک لہجے میں پوچھا۔

”جانتی تو بہت دنوں سے ہوں۔ لیکن ملنے کا اتفاق پہلی بار ہوا ہے۔“

”کس طرح؟“

کیلی نے پوری روداد دہرا دی اور عمران پرتشویش انداز میں سنتا رہا۔

”یقین کرو۔ اب میں ان لوگوں میں واپس نہیں جانا چاہتی۔“ وہ بالآخر بولی اور عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”مناسب یہی تھا کہ تم سفارتخانے واپس جاتیں اور اپنے طور پر ہوشیار رہتیں۔“

”لیکن میں نے تو ایک ٹیکسی میں سفر کیا تھا۔ دیدہ و دانستہ اس سے نہیں ملی تھی۔ تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ ایسے حالات سے گزروں گی۔“

”بہر حال، یہ میرے لیے چوتھا دردِ سر ہے۔ خیر دیکھوں گا۔“

”وہ تو تمھارے لیے بڑی اپنائیت ظاہر کر رہا تھا۔“

”ناقابل اعتماد ہے اور وہ بھی حقیقتاً مجھ پر اعتماد نہیں کرتا۔“

”تو پھر اب کیا کرو گے؟“

”سوچنا پڑے گا۔“

”اور میں کیا کروں......؟“

”فی الحال، اتنا ہی کہوں گا کہ اس پر ہرگز اعتماد مت کر لینا۔“

”وہ کہہ رہا تھا کہ زیرولینڈ والوں کے اس مریخ کی تباہی کا خواہاں وہ بھی ہے۔“

”ہوسکتا ہے لیکن محض اس کی تباہی کے لیے اپنے وسائل ضائع کرنا سنگ کی سرشت

کے خلاف ہوگا۔" "میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"اچھا تو پھر میں تمھاری مرضی کے خلاف کچھ بھی نہیں کروں گی۔"

"اور فی الحال، میں بھی اس سے متفق ہوا جاتا ہوں۔ لیکن تم اسے سچ نہ سمجھ لینا۔"

"ٹھیک ہے میں پوری طرح ہوشیار رہوں گی۔"

وہ پھر اسی کمرے میں واپس آئے، جہاں سنگ ہی ان کا منتظر تھا۔

"اب تم کسی قدر بشاش نظر آرہے ہو" سنگ عمران کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا مجھے بشاش نہ ہونا چاہیئے؟"

"اگر تم مجھ سے متفق ہو گئے ہو تو تمھیں بشاش ہونا ہی چاہیئے۔"

"حالات ایسے ہی ہیں کہ مجھے متفق ہونا پڑے گا۔ عمران مسکرا کر بولا۔

"تمھارے ساتھ کتنے آدمی ہوں گے؟"

"پھر تم نے ایک دم سے جست لگائی؟ ابھی ہم اس مسئلے پر مزید غور کریں گے۔"

"تم بہت دنوں سے غور کر رہے ہو۔ اور کئی پارٹیاں امیزن کے جنگلوں میں داخل ہو گئی ہیں۔"

"کیا مطلب......؟"

"میں ہر وقت باخبر رہتا ہوں، بھتیجے، دونوں طاقتیں اسی نتیجے پر پہنچی ہیں کہ وہ مریخ امیزن ہی کے جنگلوں میں کہیں واقع ہے۔"

"آخر کس بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتا لیکن کم از کم......" وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگا۔

"کوئی نیا خیال؟" (عمران)

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر وہ خود ہی اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں تو پھر تمھارا پیچھا کیوں کر رہے ہیں؟"

’’ہے کوئی جواب، تمھارے پاس؟‘‘

’’فی الحال، تو نہیں ہے لیکن کیا واقعی تم نے کوئی دوسرا نظریہ قائم کیا ہے؟‘‘

’’وہ مجھ سے باؤل دے سوف کا نیگیٹو حاصل کرنا چاہتے ہیں، جو میرے پاس نہیں ہے۔‘‘

’’نہ ہوگا لیکن تمھارے پاس کوئی تجویز ضرور ہے... ورنہ تم کئی ملکوں کی کانفرنس کے خواہاں کیوں ہوتے؟‘‘

’’کیا تم مجھ سے بحث کرنے آئے ہو؟‘‘ عمران نے پوچھا۔

’’ہرگز نہیں، بھتیجے۔‘‘ وہ بڑے پیار سے چمکار کر بولا۔ ’’بہت دنوں سے تمھیں قریب سے نہیں دیکھا تھا اس لیے چلا آیا۔‘‘

’’تم تو چچیوں کے نرغے سے نکلا ہی نہ کرو۔‘‘

’’کبھی کبھی تنگ آ جاتا ہوں، حرامزادیوں سے۔‘‘

’’آج کل کتنی حرامزادیاں ہیں؟‘‘

’’میں تم سے اس مسئلے پر گفتگو کرنے نہیں آیا۔‘‘

’’جس مسئلے پر گفتگو کرنے آئے ہو۔ وہی چھیڑو۔‘‘

’’تم یہاں سے نکل ہی کیوں نہیں چلتے؟ خواہ مخواہ اپنی حکومت کے لیے دردسر بنے ہوئے ہو۔‘‘

’’میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔‘‘

’’سوئٹزرلینڈ چلو۔ تمھیں اپنا نیا محل دکھاؤں۔‘‘

’’وہاں کتنی حرامزادیاں رکھ چھوڑی ہیں؟‘‘

’’سنجیدگی اختیار کر، بے!‘‘ وہ اردو میں دہاڑا۔ ’’تیرے بھلے کو کہہ رہا ہوں۔‘‘

’’میں سن رہا ہوں لیکن سوئٹزرلینڈ جا کر کروں گا؟‘‘

’’وہاں پہنچ کر اطمینان سے سوچیں گے کہ کیا کرنا چاہیے؟‘‘

''پہلے مجھے یہیں بیٹھ کر سوچنا چاہیے کہ تمھاری تجویز منظور کروں یا نہ کروں؟''

''صرف ایک گھنٹہ دے سکتا ہوں، سوچنے کے لیے۔''

''اور اگر میں ایک گھنٹے میں نہ سوچ سکا تو۔''

''کسی پارٹی سے تمھارا سودا کرلوں گا۔''

''تم ایسا نہیں کر سکتے۔'' کیلی جھلا کر بولی۔ ساتھ ہی اس کا اعشاریہ دو پانچ کا پستول بھی نکل آیا۔

''ارے نہیں۔'' عمران ہنس کر بولا ''اس کی ضرورت نہیں۔ چچا، بھتیجے کے درمیان بھی تیسرے کو نہیں آنا چاہیے۔''

''میں واقعی تمھارا سودا کرلوں گا۔ اگر تم نے میری تجویز پر عمل نہیں کیا۔'' سنگ، کیلی پستول کو نظر انداز کر کے عمران سے بولا۔

''اب یہاں سے نکل سکے تو ضرور سودا کرلو گے۔''

سنگ قہقہہ لگا کر بولا۔ ''تم مر چکے ہو۔ اس لیے میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکو گے۔''

''اگر تم چیلنج کر رہے ہو تو یہ بھی دیکھ لو۔'' عمران جارحانہ انداز میں کہہ کر دونوں ہاتھوں سے گلا گھونٹنے لگا۔

کیلی متحیر رہ گئی۔ وہ تو سمجھی تھی کہ عمران اس طرزِ تخاطب کے ساتھ ہی سنگ پر حملہ کر اٹھے گا۔ لیکن یہ کیا کرنے لگا۔ سنگ جہاں تھا وہیں کھڑا مضحکانہ انداز میں عمران کو دیکھتا رہا۔ جن جوزف اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں شکار کے لیے تیار کسی چیتے کی آنکھوں کی طرح چمکنے لگی تھیں۔

دفعتہً عمران کے حلق سے ایسی ہی آوازیں نکلنے لگیں جیسے دم گھٹ رہا ہو۔ کیلی بوکھلا کر ان کی طرف بڑھی۔ پستول اس نے پھر بلاؤز گریبان میں رکھ لیا تھا۔

''ارے، تم کیا کر رہی ہو؟ پیچھے ہٹ جاؤ۔'' سنگ جلدی سے بولا۔ ''یہ اب اڑنے

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002-2006

لگا۔“

”فضول باتیں مت کرو۔“ کیلی غرائی۔ ”چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے۔ کب تک دماغ پر اثر نہ ہوتا۔“

”اس کے دماغ پر اثر ہوگا۔“ سنگ ہنس پڑا۔

عمران ڈھہتا چلا گیا۔ جوزف اسے سنبھالنے کے لیے جھپٹا تھا۔

”الگ ہٹ جا۔“ عمران دونوں ہاتھ ہلا کر غرآیا۔ اب وہ بری طرح کھانس رہا تھا اور اسی طرح کھانستے کھانستے ایسا لگا جیسے اس نے کوئی چیز اگل دی ہو۔ اور اس اگلی ہوئی شے کو چٹکی میں دبائے ہوئے سیدھا کھڑا ہوگیا۔

IqbalCyberLibrary

☆

”یہ دیکھو۔“ اس نے سنگ سے کہا۔

یہ تین انچ لمبی ایک چمکیدار اسٹیل کی نلکی تھی۔ کیلی متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکانے لگی اور سنگ نے کھنکھار کر پوچھا۔ ”یہ کیا ہے؟“

”پلان۔ اس میں باؤل دے سوف کا نیگیٹو موجود ہے۔“

”یہ کیا کر رہے ہو؟“ کیلی مضطربانہ انداز میں بولی۔ کیونکہ وہ نلکی عمران نے سنگ کی طرف بڑھا دی تھی۔

کیلی کی دخل اندازی کے باوجود بھی سنگ نے نلکی عمران کے ہاتھ سے جھپٹ لی اور بولا۔ ”تو اس فن میں بھی کامل ہو۔ بھتیجے! مجھے نہیں معلوم تھا۔“

”نیگیٹو اب میرے لیے بے کار ہو چکا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”کیوں، بھتیجے؟“

”اگر یہ سچ ہے کہ وہ اس مریخ کو امیزن کے جنگلوں میں تلاش کر رہے ہیں۔“

”میں نے غلط نہیں کیا۔ یہ حقیقت ہے۔“

”بہر حال، میں اسے بہتر سمجھتا ہوں کہ نیگیٹو تمھارے حوالے کر دیا جائے۔“

”یہ تم نے کیا، کیا، عمران؟“ کیلی روہانسی ہو کر بولی۔

”میں کسی کا پابند نہیں ہوں۔ جو میرا دل چاہے گا، کروں گا۔“

”تو گویا میں کسی طرف کی نہ ہوئی؟“

گرزتی لکیریں

”تم اپنے سفارت خانے واپس جا سکتی ہو۔“

سنگ نلکی کا ڈھکنا کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دفعتہً نلکی کو آنکھوں کے قریب لا کر ڈھکنے کا جوڑ تلاش کرنے لگا...... اور پھر آنکھوں کے قریب ہی رکھ کر اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن ڈھکنا کھلتے ہی عجیب سی چیخ اس کے حلق سے نکلی اور وہ دونوں ہاتھوں

سے ناک دبائے ہوئے فرش پر لوٹیں لگانے لگا۔

''یہ کک...... کیا ہو رہا ہے؟'' کیلی بوکھلا کر بولی۔

''مجھے کسی پارٹی کے ہاتھوں فروخت کر رہا ہے۔'' عمران نے مسکرا کر بائیں آنکھ دبائی۔

جوزف کی باچھیں کھل گئی تھیں...... سنگ اٹھنے کی کوشش کرتا اور پھر گر جاتا لیکن اب اس کے حلق سے آوازیں نہیں نکل رہی تھیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بالکل بے حس و حرکت ہو گیا۔

''کیا فائدہ ہوا؟'' کیلی برا سا منہ بنا کر بولی۔

''پھر تو کیا چاہتی تھیں؟''

''اسی سے سمجھوتہ کر لیتے۔''

* * *

‘‘اس کی کیا حیثیت ہے؟’’

‘‘کم از کم تمھیں یہاں سے باہر تو نکال لے جاتا۔’’

‘‘کیا میں خود نہیں جا سکتا؟’’

‘‘پھر یہی کیا کم ہے کہ اس نے تمھیں نہیں گھیرا تھا۔ اور تم تو اس کی موجودگی میں سے بے خبر تھے۔’’

‘‘غالباً تمھاری خواہش تھی کہ میں اس سے تعاون کر لیتا؟’’

‘‘سمجھوتے سے میری یہی مراد تھی۔’’

‘‘یہ سمجھوتا ہی کیا ہے، میں نے۔’’

‘‘تمھاری کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔’’

عمران کچھ نہ بولا۔ سنگ ہی اب بھی بیہوش پڑا تھا۔ جوزف سوالیہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ آخر عمران نے اسے اشارہ کیا کہ وہ سنگ ہی کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جائے۔

جوزف نے خاموشی سے تعمیل کی اور کیلی نے عمران سے پوچھا۔ ‘‘اس نلکی میں کیا تھا؟’’

‘‘کچھ تو تھا ہی۔’’

‘‘کیا واقعی اس میں نیگیٹو بھی ہے؟’’

‘‘قطعی نہیں۔ وہ شعبدہ میں نے تھریسیا کے لیے تیار کیا تھا لیکن شکار سنگ ہو گیا۔’’

‘‘کیا واقعی وہ نلکی تمھارے پیٹ میں تھی؟’’

‘‘غذا کی نالی میں۔’’ ‘‘تمھارے لیے بھی نکالوں ایک اور۔’’ عمران گردن ٹٹولتا ہوا بولا۔

‘‘نہیں۔ مجھے نہیں چاہیے۔’’ وہ بوکھلا کر بولی۔ اتنے میں جوزف واپس آ گیا۔

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

‘‘آخر وہ ہے کون، باس باس؟’’ اس نے پوچھا۔

‘‘مجھے حیرت ہے کہ تم سنگ ہی کو بھول گئے۔’’

‘‘نہیں......’’ جوزف اچھل پڑا۔

‘‘میں نے پوچھا تھا کہ اب تم کیا کرو گے؟’’ کیلی بھنا کر بولی۔

‘‘میں ساری پارٹیوں سے پہلے وہاں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ ورنہ اگر وہ سارا کارخانہ کسی بڑی طاقت کے ہاتھ لگ گیا تو وہ بھی دنیا کے لیے بہت بڑا خطرہ بن جائیگی۔’’

کیلی کے چہرے پر ایسے تاثرات نظر آئے جیسے کسی ننھے سے بچے کی لاف وگزاف سن رہی ہو۔ عمران نے اسے محسوس کرلیا اور ہنس کر بولا۔ ‘‘شاید میں نے اپنے قد سے اونچی بات کہہ دی ہے۔’’

‘‘میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔’’

* * *

''ایک بار پھر تمھیں مشورہ دوں گا کہ اپنے سفارتخانے واپس جاؤ۔ اسی میں تمھاری بہتر ہے، ورنہ......''

''میں اس وقت اپنے پیشے سے شدید نفرت محسوس کر رہی ہوں۔''

''لیکن تم اپنی مرضی سے اسے ترک نہیں کر سکو گی۔'' عمران نے کہا۔ ''ایک بار پھر کہوں گا کہ سنگ کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی یہاں سے چلی جاؤ۔ میری متعلق تم فرانز کو پہلے ہی اطلاع دے چکی ہو کہ اب میں اس عمارت میں موجود نہیں ہوں۔ ''

''یقین کرو۔ میں اس سلسلے میں اپنی قوت فیصلہ استعمال کرنے کے قابل نہیں ہوں۔''

''ایسی صورت میں دوسری کے مشوروں پر عمل کیا کرتے ہیں۔''

''میں نہیں جانتی کہ یہاں سے مجھے ٹیکسی کے لیے کہاں جانا پڑے گا؟''

''باس، جس ٹیکسی میں یہ لوگ آئے تھے، باہر کھڑی ہے۔'' جوزف نے اطلاع دی۔

''اسے سنگ خود ڈرائیو کر کے لایا تھا۔'' کیلی نے کہا۔

''اچھی بات ہے۔ تو میں ہی تمھیں سفارتخانے تک پہنچا دوں گا۔'' عمران نے کہا اور جوزف سے بولا۔ ''کنجی سنگ کے جیب میں ہوگی۔ نکال لاؤ اور دروازے کو باہر سے بولٹ کرتے آنا۔''

جوزف چلا گیا۔ کیلی کے چہرے پر تردد کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے عمران کے مشورے پر عمل کرنے کو دل سے تیار نہ ہو۔

''تمھیں پھر میک اپ کرنا پڑے گا۔'' اس نے عمران سے کہا۔

''تم اس کی فکر نہ کرو۔ صرف بیس منٹ بعد ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔''

''اور... وہ...... یعنی کہ سنگ ہی......؟''

''وہ میرا دردِ سر ہے۔ میں دیکھوں گا؟''

جوزف نے واپس آ کر ٹیکسی کی کنجی عمران کے حوالے کر دی۔

دو گھنٹے سے قبل سنگ ہی کو ہوش نہیں آیا تھا۔ پہلے تو اس کی سمجھ ہی میں نہ آسکا، کہ کس حال میں ہے پھر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں بالکل تنہا تھا۔

یکا یک اسے سب کچھ یاد آ گیا...... دوسرے ہی لمحے میں اس نے بستر سے چھلانگ لگا دی اور سیدھا دروازے کی طرف آیا لیکن دروازہ تو باہر سے بولٹ کیا گیا تھا۔ اس کا احساس ہوتے ہی پھر پیچھے ہٹ آیا۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ شاید وہ ساری گالیاں عمران سے منسوب کر رہا تھا، جو اسے یاد تھیں۔

ٹھیک اسی وقت باہر سے آواز آئی۔ ”کیوں، چچا! اب طبیعت کیسی ہے؟“

سنگ ہی تیزی سے بستر کی جانب بڑھا اور لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس بار اس نے عمران کا قہقہہ سنا تھا۔ پھر آواز آئی۔ ”نہیں چلے گی...... میں سب دیکھ رہا ہوں۔“

سنگ جھلا کر اٹھ بیٹھا اور دروازے کی جانب مکا دکھا کر دھاڑا۔ ”اس طرح تم نے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔“

”پورے دو گھنٹے بعد ہوش میں آئے ہو۔ تمہیں بحالت بیہوشی ہی جیل میں منتقل کیا جا سکتا تھا۔“ عمران کی آواز آئی۔

”اچھا تو پھر...؟“ سنگ ہی سانپ کی طرح پھنکارا۔

اس طرح میں نے تمہیں یقین دلایا ہے کہ فی الحال، تمہارے ساتھ کسی قسم کا فراڈ نہیں کروں گا۔“

”حد ہو گئی، حرامی پن کی۔ ابے تو یہ تو نے اپنی سعادتمندی کا یقین دلایا تھا؟“

”ہاں، چچا!“

”اچھا تو دروازہ کھول...... میں کچھ نہیں کہوں گا۔“

بولٹ سرکنے کی آواز آئی اور دروازے کھول گیا۔ لیکن سنگ ہی لیٹا رہا۔

‘‘کیا فوراً ہی انتقام لینے کی سوچ رہے ہو؟’’ عمران نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سوال کیا۔

‘‘مجھے یقین ہے کہ تم نے کیلی گراہم کو چلتا کر دیا ہوگا۔’’

‘‘تمھاری ہی ٹیکسی چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ لو چابی سنبھالو۔’’ اس نے چابی سنگ کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔

‘‘وہ تمھیں چاہتی ہے۔’’

‘‘مجھے نہیں بلکہ مجھ سے کچھ چاہتی ہے۔’’

‘‘ابے تو دنیا سے یونہی بے مرمت چلا جائے گا۔’’

‘‘کام کی بات کرو۔ یہاں سے کب روانہ ہو رہے ہو؟’’

‘‘تو تم نے میری تجویز مان لی ہے؟’’

‘‘تجویز نہ مان لیتا تو تمھاری آنکھیں جیل ہی میں کھلتیں۔’’

‘‘ہاں، یہ سوال غیر ضروری تھی۔’’ سنگ اٹھتا ہوا بولا۔ ‘‘بس تو پھر یہ جگہ چھوڑ دو۔ میں تمھیں اپنی قیامگاہ پر لے چلوں گا۔ کیا تم تنہا ہو گے؟’’

‘‘نہیں، جوزف بھی میرے ساتھ جائے گا۔’’

‘‘ٹھیک ہے۔’’

سنگ انہیں اسی ٹیکسی پر لے گیا تھا لیکن عمران محسوس کر رہا تھا جیسے جوزف کو یہ اشتراک پسند نہ آیا ہو۔ لیکن اس نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔

سنگ کی قیامگاہ پر پہنچ کر بھی اس نیب ہت برا سامنہ بن ایا تھا۔ عمران اسے نظر انداز کرتا رہا۔

IqbalCyberLibrary All rights reserved.

☆

عمارت کے اندر داخل ہو کر سنگ نے جوزف کا بازو پکڑا اور ایک جانب گھسیٹتا ہوا بولا۔ ”تم میرے ساتھ آؤ۔“

”کک......کیوں، باس؟“ جوزف، عمران کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

”نہیں، چچا......“ عمران ان دونوں کے درمیان حائل ہوتا ہوا بولا۔ ”یہ اسے ترک کر دینے کی کوشش کر رہا ہے۔“

”کیوں......؟“ سنگ نے جوزف کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

جوزف کے منہ سے عجیب سی آوازیں نکلی تھیں اور پھر وہ سختی سے ہونٹ بھینچ کر ہانپنے لگا تھا۔ اس کے بعد پورے جسم پر کپکپی سی طاری ہو گئی......اور پھر اگر عمران آگے بڑھ کر اسے سنبھال نہ لیتا تو فرش پر گرا ہوتا۔ اس نے اسے قریب کے صوفے پر ڈال دیا اور مڑ کر سنگ سے بولا۔ ”تم نے بہت برا کیا۔ اسے ایک بار پھر ذہنی کشمکش میں ڈال دیا۔“

”تم شاید پاگل ہو گئے ہو......شراب تو اس کی رگوں میں دوڑتی تھی۔ یہ اسے ترک نہیں کر سکے گا۔“

”وہ خود ہی کوشش کر رہا ہے۔“

”پاگل ہو گیا ہے۔“ سنگ نے بیہوش جوزف پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”اچھا، تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اسے ٹھیک کر لوں گا۔“

”کس طرح ٹھیک کر لو گے؟“

”فضول باتیں مت کرو۔ چلے جاؤ۔ ورنہ یہ اسی حالت میں مر بھی سکتا ہے۔ تمہیں اس کا تجربہ نہیں ہے۔“

عمران ایک چینی ملازم کی رہنمائی میں دوسرے کمرے تک پہنچا۔ ابھی تک وہ اس سلسلے میں ڈانواڈول تھا کہ اس نے سنگ کے ساتھ آنے کا فیصلہ کر کے غلطی نہیں کی۔

قریباً بیس منٹ بعد سنگ بھی کمرے میں داخل ہوا۔

''اب وہ خطرے سے باہر ہے۔'' اس نے اطلاع دی۔

''تم نے دو چار بوتلیں حلق میں انڈیل دی ہوں گی؟''

''اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں تھی۔ ہمہ وقت شراب کے زیر اثر رہنے والوں سے شراب اس طرح نہیں چھڑائی جاتی۔''

عمران نے لاپرواہی کے انداز میں شانوں کو جنبش دی......اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''ابے تجھے کیا معلوم......تو نے کبھی پی ہی نہیں؟'' سنگ جھنجھلا کر بولا۔

''ختم کرو۔'' عمران نے بیزاری سے کہا۔ ''کام کی بات کرو۔''

''سب سے پہلے باؤل دے سوف کے بارے میں بات ہوگی۔''

''اچھا......نیگیٹو میرے پاس نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سلائیڈز تیار کرنے وقت وہ ضائع ہوگیا تھا۔''

''لیکن میں اسے تسلیم نہیں کروں گا کہ اس سے متعلق سب کچھ تمھارے ذہن سے محو ہوگیا ہے۔''

''اس سلسلے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''برازیل کے بنا پر تم چونکے تھے اور شاید تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اب تمھارے جھک مارنے سے کیا فائدہ۔''

''قصہ برازیل ہی کا تھا۔''

''کس بنا پر یہ کہہ رہے ہو؟''

''باؤل دے سوف کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی کہنا پڑے گا۔ کیا تمھیں ان پینٹنگز کے بارے میں نہیں معلوم، جو ہٹلر کی پسندیدہ پینٹنگز کہلاتی تھیں اور جن پر قطعی گمنام یا غیر معروف آرٹسٹوں کے دستخط تھے۔''

''مجھے علم ہے۔''

''باؤل دے سوف انہی میں سے ایک تھی اور اس پر لیزارب نامی آرٹسٹ کے دستخط تھے جرمنوں نے یہ نام کبھی نہیں سنا۔ ویسے لیزارب کو الٹ کر پڑھو تو برازیل بنے گا۔'

''یہ محض اتفاق بھی ہوسکتا ہے...... لیکن اس پر حیرت ہے کہ وہ پارٹیاں بھی برازیل ہی کے جنگلوں کو چھان رہی ہیں۔''

''کسی خاص پوائنٹ کی تلاش ہے؟'' عمران نے سوال کیا۔

''غالباً انہیں کسی خاص ہی پوائنٹ کی تلاش تھی۔ لیکن وہ زمین پر وہاں تک پہنچنے کا راستہ نہیں تلاش کر سکے۔''

''اس پوائنٹ کے بارے میں بھی تم نے کچھ نہ کچھ معلومات ضرور حاصل کی ہوں گی؟''

''ہاں، کی تو تھیں۔ انہیں کسی ایسی جھیل کی تلاش تھی، جو چند سال پہلے دریافت ہوئی تھی۔''

''کس طرح دریافت ہوئی تھی۔''

''امریکہ کی جیوگرافیکل سوسائٹی نے ایک فضائی سروے کے دوران میں اسے دیکھا تھا۔''

''تو کیا وہ فضا ہی سے زمین کے راستے کا تعین نہیں کر سکتے؟''

''پتا نہیں، کیا چکر ہے؟''

''بہر حال، میں اب بھی ان کی معلومات سے کسی قدر آگے ہوں۔''

''ٹھہرو: یوں بات نہیں بنے گی۔ میرے ساتھ آؤ'' سنگ اٹھتا ہوا بولا۔ وہ اسے ایک ایسے کمرے میں لایا تھا، جہاں دیواروں پر کئی بڑے بڑے نقشے لٹکے ہوئے تھے۔

''یہ دیکھو۔ میں نے برازیل کے ٹکڑے کر کے رکھ دیئے ہیں۔'' سنگ عمران کی

طرف مڑ کر بولا۔ ”اب تم انہیں دیکھ کر حافظے پر زور دو۔“

عمران ان نقشوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر سنگ سے کاغذ اور پنسل مانگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ یادداشت کے سہارے باؤل دے سوف کی آؤٹ لائن تیار کر رہا تھا۔ سنگ اس کے شانے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال اردو سائبر لائبریری
©2002-2006

* * *

پر جھکا ہوا دیکھتا رہا۔ پھر اس نے خاکے میں شیڈ دینا شروع کیا اور سنگ کی سانسیں تیزی سے چلنے لگیں۔ گدھی کی تصویر مکمل کرنے کے بعد وہ اس کے بچے کے خاکے کی تکمیل کرتا رہا۔

"میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔" سنگ بڑبڑایا۔ لیکن عمران خاموشی سے کام کرتا رہا۔ پھر اس نے پنسل رکھ دی اور خاکے کو ہر زاویے سے دیکھ لینے کے بعد اسے سنگ کی جانب بڑھاتا ہوا بولا۔ "اس سے تم کیا نتائج اخذ کرو گے؟"

"گدھی میں برازیل کا نقشہ پوشیدہ ہے۔" سنگ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر یک بیک چونک کر بولا۔ "لیکن بچے میں کیا ہے؟ یہ بھی نقشہ ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"دراصل یہی زیادہ اہم ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہم اس ٹکڑے کا تعین برازیل کے نقشے پر کر سکیں تو مشکل آسان ہو جائے گی۔"

"میں نے جو ٹکڑے تیار کرائے ہیں۔ ان سے موزنہ کرو، شاید مقصد براری ہو جائے۔" پھر دونوں نے سر جوڑ کر دیوار سے لٹکنے والے نقشوں کا جائزہ لینا شروع کیا تھا لیکن عمران اس سے غافل نہیں تھا کہ سنگ اس کے بنائے ہوئے خاکے کا کیا کرتا ہے۔ سنگ نے وہ شیٹ تہہ کر کے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لی تھی۔

"اسے جیب میں کیوں رکھ لیا؟" دفعتہً عمران نے مڑ کر سنگ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ...... بس یونہی بے خیالی میں۔" سنگ چونک کر بولا اور خاکے کو پھر جیب سے نکال کر عمران کو دیتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ تم اتنے نقشوں کے درمیان کنفیوز ہو جاؤ...... لہذا۔"

"ٹھہرو۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے ایک بار ان سبھوں کا فرداً جائزہ لینے دو۔"

تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد بالآخر اسے کامیابی ہوئی تھی یعنی گدھی کے بچے والا

معمہ اس کا سمجھ میں آ گیا تھا لیکن سنگ پر وہ یہی ظاہر کرتا رہا تھا کہ ابھی سمجھنے کی کوشش جاری ہے۔

یک بیک سنگ اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''ختم کرو۔ ہم اسے پھر سمجھتے رہیں گے۔ بہر حال، مجھے یقین ہے کہ راہ کا تعین ہو جائے گا۔''

''تو پھر اب کیا کریں؟''

''تھریسیا پر نظر رکھی جائے۔'' سنگ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''ہو سکتا ہے کہ اس طرح کسی جدوجہد کے بغیر ہی ہم وہاں تک پہنچ جائیں۔''

''کیا تم جانتے ہو کہ وہ کہاں اور کس بھیس میں ہے؟''

''میں جانتا ہوں کہ وہ اب بھی یہاں موجود ہے۔ لیکن فی الحال یہ نہیں جانتا کہ کہاں ہے۔''

''پھر کیسے تلاش کرو گے؟

''میرے اپنے ذرائع ہیں۔ میں نے ابھی تک اس کی طرف توجہ ہی نہیں دی تھی۔ صرف تمہیں دیکھتا رہا ہوں۔''

''شکریہ، انکل دی باسٹرڈ!''

''ابے میں دیکھ رہا ہوں کہ ابھی تک تیرا ذہن میری طرف سے صاف نہیں ہوا۔''

''میرا ذہن تو خود اپنی طرف سے بھی صاف نہیں ہے۔''

''کیا بات ہوئی۔؟''

''بھونکنے اور کاٹنے کو دل چاہتا ہے۔''

''نروان کے راستے پر چل نکلے ہو۔''

''یار، بس۔'' عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''کوئی اور بات کرو۔ ہاں، یہاں کتنی پچیال رکھ چھوڑی ہیں۔''

دو عدد...... تیسری بھاگ گئی۔''

’’بھاگ کیوں گئی؟‘‘

’’بہتر ہو گا کہ تم کچھ دیر تنہائی میں آرام کرو۔‘‘ سنگ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ’’میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم بہت تھک گئے ہو۔‘‘

’’شکریہ۔ فی الحال یہی چاہتا ہوں۔‘‘

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال اردو سائبر لائبریری
©2002-2006

* * *

تین سفید فام افراد ہاتھ باندھے مودٔب کھڑے تھے اور سیاہ فام عورت میڈیلینا انہیں سخت سست کہہ رہی تھی۔

دفعتہً اس نے خصوصیت سے ایک کو مخاطب کر کے پوچھا۔ ”کارڈوا کہاں ہے؟“

”اپنے ٹھکانے پر، مادام!“

”اسے یہاں لاؤ۔“

”بہت بہتر، مادام!“ اس نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

میڈیلینا بقیہ دونوں پر پھر برسنے لگی۔ ”تم لوگ روز بروز کاہل ہوتے جا رہے ہو۔ تم سے اتنا نہ ہو سکا کہ کیل گراہم ہی پر نظر رکھ سکتے۔“

”لیکن، مادام! اس کا قصہ تو آپ نے ختم ہی کر دیا تھا۔“ ایک بولا۔

”یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟“

”تب پھر وہ اب پوری طرح ہماری نظر میں ہے۔“

”کہاں ہے؟“

”اپنے سفارت خانے میں۔“

”تنہا ہے......؟“

”ہاں، مادام! تنہا ہی باہر نکلتی ہے۔“

”نگرانی ضرور ہوتی ہو گی؟“

”اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“

”اچھی بات ہے۔ سب سے پہلے یہ دیکھو کہ نگرانی تو نہیں ہو رہی ہے۔ اس کے بعد اگر میدان صاف نظر آئے تو اسے یہاں لے آؤ۔“

”ضرور، مادام! نگرانی کرنے والوں کو بھی ڈاج دے کر اسے یہاں لے آئیں گے۔“

''اس بار کوئی غلطی نظر انداز نہیں کی جائے گی۔'' میڈیلینا نے سخت لہجے میں کہا۔

''بہت بہتر، مادام!''

ان دونوں کے چلے جانے کے بعد وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ انداز میں بے چینی پائی جاتی تھی۔ کبھی کبھی رک کر کچھ سوچنے لگتی اور پھر ٹہلنا شروع کر دیتی۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔

''آ جاؤ۔'' اس نے اونچی آواز میں کہا...... اور وہی آدمی کمرے میں داخل ہوا جسے میڈیلینا نے کسی گارڈوا کو بلانے کے لیے بھیجا تھا۔

''کیا گارڈوا نہیں ملا؟'' میڈیلیان نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''وہ اپنی قیامگاہ پر موجود ہے، مادام...... لیکن......''

''لیکن کیا؟''

''اس نے یہاں آنے سے انکار کر دیا ہے۔''

''کیا وہ پاگل ہو گیا ہے؟''

''میں نہیں جانتا، مادام! اس نے دروازہ بھی نہیں کھولا تھا۔''

''کیا مطلب......؟''

''دروازے کے قریب آ کر اس نے اندر سے کہا تھا کہ نہ وہ مجھے اندر بلا سکتا ہے اور نہ اس وقت خود کہیں جا سکتا ہے۔ میں نے آپ کا نام لیا تو کہنے لگا کہ اسے اس وقت مادام ٹی تھری بی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ اس کی پرنسپل اسسٹنٹ کسی شمار و قطار میں ہے۔''

''یہ گارڈوا نے کہا تھا؟''

''ہاں، مادام! میں نے اسی کے الفاظ دہرائے ہیں۔''

''کیا وہ اندر تنہا تھا؟''

''میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا، مادام!''

”کیا کوئی عورت ہے، اس کی زندگی میں؟“

”بظاہر تو ایسا نہیں ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔“

میڈیلینا کی آنکھوں سے جھنجھلاہٹ ظاہر ہونے لگی تھی۔ اس نے بے حد غصیلے لہجے میں پوچھا۔ ”کیا اس نے مادام ڈی تھری بی کا نام لے کر وہ بات کہی تھی؟“

”ہاں، مادام! اسی پر حیرت ہے۔“

”تم جانتے ہو کہ مادام کا نام لے کر کوئی ایسی بات کہنے کی کیا سزا ہے؟“

”مجھے علم ہے، مادام!“

”تو پھر تم اسے سزا دیئے بغیر کیوں واپس آئے؟“

”اگر آپ یہاں موجود نہ ہوتیں تو میں خود ہی فیصلہ کر لیتا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں خود اسے سزا دوں گی۔ گیراج سے گاڑی نکالو۔“

”بہتر بہتر، مادام!“ اس نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔ اس کے بعد میڈیلینا بھی اس کمرے سے نکل کر اپنے اقامتی کمرے میں آئی اور جلدی جلدی لباس تبدیل کرنے لگی۔ اسکرٹ اور بلاؤز کی بجائے جینز اور جیکٹ پہنے اور باہر نکل آئی۔ سیاہ رنگ کی گاڑی پورچ میں کھڑی تھی۔

”تم ڈرائیو کرو گے۔“

”بہت بہتر، مادام؟“ اس نے میڈیلینا کے لیے پچھلی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ گاڑی پورچ سے نکل کر سڑک پر آئی اور پھر شاید دس منٹ کے اندر ہی اندر وہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تھے۔ گاڑی سڑک ہی پر روکی گئی۔

انجن بند کرا دینے کے بعد میڈیلینا نے ڈرائیور سے پوچھا۔ ”کیا تمہیں، گارڈوا سے ایسے جواب کی توقع تھی؟“

”ہرگز نہیں، مادام! مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے کوئی خواب دیکھا ہو۔“

CyberLibrary
All rights reserved.
©2002-2006

’’کیا وہ بہت زیادہ پی گیا ہوگا؟‘‘

’’وہ سرے سے پیتا ہی نہیں، مادام! بے حد ہوشیار آدمی ہے۔ پل بھر کی غفلت بھی اسے گوارا نہیں۔‘‘

’’تب پھر کسی ہنگامے کے لیے تیار رہنا۔‘‘

’’میں نہیں سمجھا، مادام......‘‘

’’فرض کرو، کسی نے اس کی گردن پر ریوالور کی نال رکھ کر اس سے وہ ساری باتیں کہلوائی ہوں......‘‘

’’میں بھی یہی سوچ رہا تھا، مادام!‘‘

’’لیکن تم نے اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔‘‘

’’میں بڑوں کے سامنے زبان کھولتا ہوا ڈرتا ہوں۔‘‘

’’اچھی عادت ہے لیکن ضروری تو نہیں ہے کہ تم اپنی ذہانت کو بروئے کار لانا ترک کر دو۔ ایسے مواقع پر ضرور بولنا چاہیئے۔‘‘

’’آئندہ خیال رکھوں گا، مادام!‘‘

’’اچھا تو اب یہ سوچ کر عمارت میں قدم رکھنا ہے کہ کسی دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے گی۔‘‘

’’بہت بہتر، مادام! میں مسلح ہوں۔‘‘

’’ریوالور ہوگا......؟‘‘

’’ہاں، مادام!‘‘

’’فضول ہے۔ آس پاس دوسری عمارتیں بھی ہیں۔ چاقو یا خنجر بہتر رہتا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ ہمارا دشمن بھی یہاں فائرنگ کرنے سے احتراز کرے گا۔‘‘

’’لیکن اگر اس نے اتنی احتیاط نہ برتی تو......؟‘‘

’’میں نے کہا تھا کہ تم اس کی فکر نہ کرو۔ بس حتی الامکان فائر کرنے سے بچنا۔‘‘

”میں خیال رکھوں گا، مادام!“

وہ گاڑی سے اتر کر کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔ یہاں گہری تاریکی تھی کیونکہ برآمدے میں روشنی نہیں تھی۔

”کیا اس وقت بھی برآمدے کا بلب روشن نہیں تھا، جب تم یہاں آئے تھے، میڈیلینا نے آہستہ سے پوچھا۔

”اس وقت تو روشنی تھی، مادام!“

”ریوالور نکال لو۔ میں قفل توڑوں گی۔“

”ریوالور سے۔“

”نہیں، کسی اور طرح۔ ریوالور احتیاط نکال لو......اور فائر کرنے کے معاملے میں محتاط رہنا۔“

”جان پر بنے بغیر فائر نہیں کروں گا۔“

”ٹھیک ہے۔“

وہ دونوں بڑی احتیاط سے برآمدے میں داخل ہوئے اور ڈرائیور نے صدر دروازے تک اس کی رہنمائی کی۔ قفل کی سوراخ سے بھی یہی اندازہ ہوا کہ اندر بھی روشنی نہیں ہے۔۔میڈیلینا نے کس طرح قفل کھولا تھا اس کا اندازہ ڈرائیور کو نہ ہو سکا۔ دروازہ کھلنے کی ہلکی سی آواز اس نے بھی سنی تھی اور میڈیلینا کے ساتھ اندر بڑھتا چلا گیا تھا وہ دیوار سے لگی ہوئی چل رہی تھی اور اس کا بازو چھو کر اسے بھی دیوار ہی سے لگا دیا تھا۔

پھر اچانک وہ رک گئی اور پیچھے ہاتھ لا کر اسے بھی رکنے کا اشارہ کیا۔

ڈرائیور کا دل تیزی سے ڈھڑکنے لگا تھے۔ ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت سخت ہو گئی۔

اور ٹھیک اسی وقت کمرہ روشن ہو گیا۔ ساتھ ہی کسی نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

ضرب لگائی اور ریوالور اس کی گرفت سے نکل کر دور جا پڑا۔ وہ چار افراد کے نرغے میں تھے۔ اور چاروں کے ہاتھوں میں سائیلنسر لگے ہوئے پستول تھے۔ چہروں کی بناوٹ کے اعتبار سے پہلی ہی نظر میں ان کی قومیت کا تعین کا جا سکتا تھا۔ وہ چاروں چینی تھے۔

میڈیلینا نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں لیکن وہ خوفزدہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔

’’اوہو! یہ تو پتا نہیں کیا بلا ہے؟‘‘ عقب سے آواز آئی۔ ’’میں سمجھا تھا، تھریسیا ہوگی۔‘‘

میڈیلیان بڑے مطمئن انداز میں آواز کی جانب مڑی۔ اس نے اپنے ہاتھ بھی نہیں اٹھائے تھے، جب کہ اس کے ساتھی کے دونوں ہاتھ اٹھے ہوئے تھے۔

’’ارے، تم زندہ ہو؟‘‘ وہ ہنس کر بولی۔ اس کا مخاطب پانچواں دراز قد اور دبلا پتلا چینی تھا۔

’’تم مجھے پہچانتی ہو؟‘‘ چینی نے پوچھا۔

’’سنگ ہی کو کون نہ پہچانے گا۔‘‘

’’لیکن میں تمھیں نہیں جانتا۔‘‘

’’ہاں پہلے کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی لیکن تم نے میرا نام ضرور سنا ہوگا۔ میڈیلینا...... مادام کی چیف آف پرسنل اسٹاف۔‘‘

’’نام سنا تھا۔‘‘ سنگ نے لاپرواہی سے کہا۔

’’کیا تمھیں، مجھ سے مل کر خوشی نہیں ہوئی؟‘‘

’’قطعی نہیں، میں سمجھا تھا کہ تھریسیا سے ملاقات ہوگی۔‘‘

’’ہاں، تم جانتے ہوگے کہ مادام، ادنیٰ غلاموں کی زبان سے انکار سننے کی عادی نہیں ہیں۔ ایسے مواقع پر خود سزا دیتی ہیں، مجرموں کو...... لیکن میں نے یہ بیہودہ بات ان تک پہنچنے ہی نہیں دی تھی۔ کیا تم نے گارڈوا کو مار ڈالا؟‘‘

’’میں خواہ مخواہ نہیں مارا کرتا۔ وہ صرف بیہوش ہے؟

’’خیر...... خیر...... ہاں تو...... اس ملاقات کا مقصد کیا ہے؟‘‘

’’تھریسیا سے ملاقات مطلوب تھی۔‘‘ سنگ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

’’مجھے افسوس ہے۔‘‘ میڈیلینا عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

’’نہیں، تم اس سے میری ملاقات کراؤ گی۔‘‘

’’مسٹر سنگ ہی! کیا تم نہیں جانتے کہ مادام سے ملاقات آسان نہیں ہے؟‘‘

’’میں اسے آسان ہی بنانا چاہتا ہوں۔‘‘

’’بھلا کس طرح! مسٹر سنگ ہی؟‘‘

’’تم میری مدد کرو گی۔‘‘

’’اگر مجھے معلوم ہو گا کہ وہ کہاں ہیں۔‘‘

’’تم اس سے انکار نہیں کر سکتیں کہ وہ آج کل یہیں ہے۔‘‘

’’یقیناً، میں انکار نہیں کر سکتی۔ لیکن کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ آج کل کہاں مقیم ہیں...... اور تم بھی اچھی طرح واقف ہو، ان کی عادت سے۔ تم بھی تو کبھی ہمارے بڑے رہ چکے ہو‘‘ میڈیلینا نے کہا اور سنگ کو کسی قسم کا اشارہ کر کے اپنی ساتھی کی طرف دیکھنے لگی۔

سنگ کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی اور اس نے اپنے آدمیوں میں سے ایک کو متوجہ کر کے چینی زبان میں کچھ کہا۔

دوسرے ہی لمحے میں اس کا پستول میڈیلینا کے ساتھی کی کمر سے جا لگا اور وہ اسے دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف دھکیلنے لگا۔

اس نے مڑ کر بڑی بے بسی سے میڈیلینا کی طرف دیکھا تھا لیکن وہ سنگ کی طرف متوجہ تھی۔

چینی، اسے دوسرے کمرے میں دھکیل لے گیا اور میڈیلینا مسکرا کر بولی۔ مجھے خوشی ہے، مسٹر سنگ ہی کہ تم تنظیم کے مخصوص اشارے ابھی تک نہیں بھولے۔‘‘

IqbalCyberLibrary All rights reserved. ©2002-2006

''میں تنظیم کا مخالف نہیں ہوں۔ میرا اختلاف صرف تھریسیا سے تھا لیکن وہ ڈکٹیٹر بن گئی ہے۔ یعنی تھریسیا سے اختلاف کرنا گویا تنظیم ہی سے انحراف ٹھہرا۔''

''میں اس سلسلے میں کچھ کہنے کی جرأت نہیں رکھتی۔''

''اس نے سب کو غلام بنا رکھا ہے۔ بڑوں کی بڑی بن بیٹھی ہے۔''

''پلیز...... مسٹر سنگ! مادام کی شخصیت کو زیرِ بحث نہ لاؤ۔''

''میں کہتا ہوں، تم کس سے کم ہو؟ لیکن افسوس کہ تمھاری جلد کالی ہے۔ اس لیے سفید چمڑی تم پر حکومت کرنے کا حق رکھتی ہے۔''

''تم مجھے ورغلانے کی کوشش کر رہے ہو، مسٹر سنگ!''

''تھریسیا عنقریب ختم ہونے والی ہے۔''

''سب اپنا اپنا وقت گزارتے ہیں، مسٹر سنگ؟''

''تمھارا شمار تیسرے درجے کے بڑوں میں ہوگا؟'' سنگ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ درست ہے۔ مسٹر سنگ؟''

''کیا کسی رنگدار نسل سے تعلق رکھنے والا کوئی فرد اول درجے کے بڑوں میں شامل ہے؟''

''میرا خیال ہے کہ دوسرے درجے کے بڑوں میں بھی نہیں ہے۔'' میڈیلینا نے کہہ کر ٹھنڈی سانس لی۔

''ایسا کیوں ہے؟''

''افسوس کہ میں نہیں بتا سکتی۔''

''تم جانتی ہو۔ اچھی طرح جانتی ہو، اس کی وجہ۔''

''محض جاننے سے کیا ہوتا ہے، مسٹر سنگ! اس سلسلے میں کچھ کر تو نہیں سکتے۔''

''لیکن میں کچھ کرنے ہی کے لیے تنظیم سے الگ ہوا ہوں اور تم بہت جلد سنو گی کہ

تنظیم کے سارے بڑے رنگدار نسلوں سے تعلق رکھنے والے ہوں گے۔“

”ابھی تک تو اس کے آثار نظر نہیں آئے۔“

”میں اب تک کئی محاذوں پر تھریسیا کو شکست دے چکا ہوں۔“

”ہاں“ وہ سرد لہجے میں بولی۔ ”شاید دو یا تین یونٹ، تمہاری کوششوں سے ٹوٹے ہیں۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، مسٹر سنگ؟ جتنے عرصے میں تم نے تین یونٹ توڑے ہیں، دس نئے یونٹ قائم ہو گئے ہیں۔“

”سنو! میں تنظیم کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔“ سنگ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”وہ تو میں نے تھریسیا کو محض اس کا نمونہ دکھایا تھا کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور تھریسیا میں اب رہا ہی کیا ہے۔ ایک عمران کو تو قابو میں نہ کر سکی۔“

”اس کا معاملہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔“

”کیا سمجھ میں نہیں آیا؟“

”میرا خیال ہے کہ مادام، اسے کسی قدر چھوٹ بھی دیتے ہیں۔“

”محض خیال ہی ہے۔“

”عمران کی تلاش تو میرے ہی ذمے ڈالی گئی ہے۔“ میڈیلینا نے کہا۔

لیکن وہ کئی بار کسی چکنی مچھلی کی طرح تمہارے ہاتھوں سے پھسل گیا۔“

”یہ حقیقت ہے، مسٹر سنگ!“

”اور یہ بھی حقیقت ہے کہ باؤل دے سوف کا نیگیٹو اس کے پاس نہیں ہے۔ تھریسیا جیسی زیرک عورت اپنا وقت ضائع کر رہی ہے۔“

”تم بڑے وثوق سے کہہ رہے ہو۔“

”میں عمران کے سلسلے میں یہاں چوتھی پارٹی ہوں۔ میں نے اس کی اور وزارت خارجہ کے سیکریٹری کی گفتگو ٹیپ کی تھی۔“

”کیا عمران نے اس سے بھی یہی کہا تھا کہ نیگیٹو ضائع ہو چکا ہے؟“

''اگر نہ کہا ہوتا تو میں بھی اتنے یقین کے ساتھ اس سلسلے میں کچھ نہ کہہ سکتا۔''

میڈیلینا نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لیے شانوں کو جنبش دی۔

''لیکن تم نے اپنے آدمی کو یہاں سے ہٹا دینے کا اشارہ کیوں کیا تھا؟'' سنگ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے عرصے سے تمھاری تلاش ہے، مسٹر سنگ!''

''میری تلاش... حالانکہ ہم پہلے کبھی نہیں ملے۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''تمھیں، میری تلاش کیوں تھی؟''

''اس لیے کہ میں بھی تھریسیا سے متنفر ہو چکی ہوں اور عمران ہی کے معاملے میں میری نفرت انتہا کو پہنچی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''وہ اسے چھوٹ دیتی ہے۔ اس نے تنظیم کے بعض بہترین اور باصلاحیت افراد کو عمران کے ہاتھوں قتل کرایا ہے۔''

''ہاں، عمران کے ہاتھوں کئی افراد مارے گئے ہیں۔''

''اگر وہ اسے چھوٹ نہ دیتی تو کبھی ایسا نہ ہو سکتا۔''

''ظاہر ہے۔'' سنگ ہی بڑے خلوص سے بولا۔

''اول درجے کے بڑوں کو بھی تھریسیا کی تلاش ہے کیونکہ وہ عمران کی سزائے موت پر متفق ہو چکے ہیں۔ اور تھریسیا سے اس کی توثیق چاہتے ہیں لیکن وہ ان کا سامنا محض اس لیے نہیں کرتی کہ عمران کے موت کے پروانے پر دستخط کرنے پڑیں گے۔''

''آخر وہ اسے چھوٹ کیوں دیتی ہے؟'' سنگ نے معنی خیز لہجے میں سوال کیا۔

''دلی معاملات بھی ہو سکتے ہیں۔'' میڈیلینا کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

''ارے نہیں۔'' سنگ حقارت سے ہنسا۔

”یقین کرو، مسٹر سنگ! میں عورت ہوں۔ میں اچھی سمجھ سکتی ہوں، ان معاملات کو...... اور سنو...... میرا محبوب بھی عمران کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ میں تو اس کی ہڈیاں چبا ڈالنا چاہتی ہوں۔“

”قدرتی بات ہے۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے، میڈیلینا!“ یک بیک سنگ ہی مغموم نظر آنے لگا۔

”میں دونوں سے انتقام لینا چاہتی ہوں۔“

”بس، تو پھر میری طرف آجاؤ۔“

”تینوں درجوں کے بڑے تھریسیا سے متنفر ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح اسے ختم کر دیا جائے...... نہ صرف ختم کر دیا جائے بلکہ اس کی لاش کی تشہیر بھی کر دی جائے تاکہ کوئی اور اس کی آڑ میں شکار نہ کھیل سکے۔“

”ہاں، وہ تو اب صرف ایک نام ہو کر رہ گئی ہے۔ شاید ہی کسی نے اسے ان تین برسوں میں دیکھا ہو۔“

”تمھارا اندازہ بالکل درست ہے۔ مسٹر سنگ! تین سال سے اسے کسی نے بھی نہیں دیکھا۔“ میڈیلینا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ”وہ محض ایک نام اور ایک آواز ہے۔“

”آواز جو صرف حکم دینا جانتی ہے۔“ سنگ نے ٹکڑا لگایا۔

”بڑی سچی بات کہی تم نے، سنگ!“

”تو پھر مجھ سے تعاون کرو گی؟“

”میں بالکل تیار ہوں، مسٹر سنگ!“

”وہ مریخ کہاں ہے؟“

”یہ تو میں نہیں جانتی، مسٹر سنگ!“

”کیا تم وہاں کبھی نہیں گئیں؟“

”نہیں، مسٹر سنگ!“

"تمھارا قیام کہاں رہتا ہے؟"

"ایکویڈور کے بعض شہروں میں، وہیں احکامات ملتے ہیں اور میں کام کرتی رہتی ہوں۔"

"ایکویڈور کے شہروں میں کب سے قیام ہے؟"

"دو سال سے۔"

"تو پھر میں یہ سمجھوں کہ ہماری دوستوں مستحکم ہو چکی ہے۔" سنگ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یقیناً......" میڈیلینا نے بھی ہاتھ بڑھایا۔ دونوں نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا تھا۔

"تم یہاں کب تک رہو گی؟"

"پتا نہیں...... جب بھی حکم مل گیا، روانگی ہو جائے گی۔"

"اگر عمران ہاتھ نہ آیا تو......؟"

"فی الحال میں نہیں جانتی کہ اس صورت میں کیا ہوگا؟"

"اگر ہم نے آپس میں تعاون کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پھر ہمیں ایک دوسرے کے پروگراموں سے واقف ہونا چاہیئے۔" سنگ نے بڑے خلوص سے کہا۔

"ہاں، لازمی بات ہے۔"

"اچھا تو پھر یہاں سے روانگی کے بعد تم کہاں جاؤ گی؟"

ان دنوں میرا قیام، پیرو کی بندرگاہ ایکویٹوز میں تھا اور میرا خیال ہے کہ پھر وہیں واپس جاؤں گی۔"

"ایکویٹوز میں تو میری بھی تھوڑی سی جائیداد ہے۔" سنگ نے کہا۔

اوہو، تب تو بڑی اچھی بات ہے...... لیکن مسٹر سنگ یہاں سے روانگی اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ جب میں اس کا ثبوت پیش کر سکوں کہ عمران کے پاس واقعی باؤل دے سوف کا نیگیٹو نہیں ہے۔ کیا تم اس کی اور وزارت خارجہ کے سیکریٹری کی گفتگو کا

ٹیپ میرے لیے فراہم کر سکو گے؟"

"کیوں نہیں...... ضرور ضرور۔" سنگ نے کہا۔

"بس تو پھر مادام کو روانگی پر آمادہ کیا جا سکے گا۔"

"میں بہت جلد وہ ٹیپ فراہم کر دوں گا۔ لیکن اب تم سے کیسے اور کہاں...... ملاقات ہو سکے گی؟"

"کل...... دس بجے...... صبح...... یہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پہنچ جاؤں گا۔"

اور پھر سنگ ہی اپنے ساتھیوں سمیت اس عمارت سے نکل گیا تھا۔

* * *

عمران نے پوری روداد سن لینے کے بعد مسکرایا اور سر ہلا کر بولا۔ ''جھوٹ بولنے کے ماہر ہو۔ خیر میں تمھارے لیے ایسا ٹیپ تیار کردوں گا۔ جس میں فون پر میری اور سر سلطان کی گفتگو ریکارڈ کی گئی ہو۔ لیکن کیا یہ میڈیلینا قابل اعتماد ہو سکتی ہے۔''

''اگر کبھی مجھے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کرے گی تو گردن مروڑ دوں گا۔''

''ہاں، تم ایسے ہی ہو۔'' عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ اور وہ سوچ رہا تھا۔ کیا سنگ، تھریسیا کو نہیں پہچان سکا۔ کچھ بھی ہو خود اسے اس سلسلے میں زبان بند ہی رکھنی چاہیے...... لیکن جوزف......؟ وہ بھی جانتا ہے کہ میڈیلینا حقیقتاً کون ہے...... کہیں باتوں باتوں میں سنگ پر یہ راز منکشف نہ کردے۔

''تم کیا سوچنے لگے؟'' دفعتہً سنگ نے سوال کیا۔

''کچھ بھی نہیں۔ دراصل یہ معاملہ میرے لیے گویا سانپ کے منہ کی چھچھوندر بن گیا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ آخر میں اس میں پڑ کر اپنی مٹی کیوں پلید کروں؟''

''یہ بھی تو سوچو کہ اگر اس میں نہ پڑے تو تمھارا کیا بنے گا؟ کیا ان حالات میں تم خود کو ظاہر کر سکتے ہو...... اور ظاہر کردینے کے بعد کیا تمھاری حکومت اپنے دوستوں سے منہ موڑ سکے گی۔ دونوں بڑی طاقتوں سے اس کے تعلقات اچھے ہی ہیں۔''

''تو اس کا مطلب ہوا کہ میں اس وقت خلا میں سانس لے رہا ہوں۔''

''مجھے دیکھو! اپنی سرزمین چھوڑ دینے کے بعد سے میں خود کو ساری دنیا کا بادشاہ سمجھنے لگا ہوں۔''

''تم بھی کس سے کم ہو، بھتیجے! مرجانے کے بعد بھی تم نے اس شدت سے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے کہ بڑی طاقتوں کے ایجنٹ بھی ناچ کر رہے گئے ہیں۔''

''تو تم مجھے اپنا ہمسفر ضرور بناؤ گے؟''

''ہاں، بھتیجے! تمھیں بھی اس سلسلے میں میرا ساتھ دینا پڑے گا۔ اس کے بعد تمھارے

بھی عیش ہوں گے۔“

”لیکن میڈیلینا، مجھے پہچانتی ہے اور تم خود ہی بتا چکے ہو کہ وہ میرے خون کی پیاسی ہے......“

”میک اپ کے ماہر ہو، تم...... اگر تھوڑے سے محتاط بھی رہے تو اس کے فرشتے بھی نہ پہچان سکیں گے۔“

”ہاں، یہ تو ٹھیک ہے۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”اچھی بات ہے تو پھر میں اپنی اور سر سلطان کی گفتگو کا ٹیپ تیار کرتا ہوں۔“

”تم یہیں ٹھہرو۔ اس کے انتظامات کر لینے کے بعد میں تمھیں فون والے کمرے میں بلوا لوں گا۔“ سنگ نے کہا اور اسے وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جوزف کمرے میں داخل ہوا۔ بے حد چاق چوبند نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ سنگ کی عنایت سے اسے دوبارہ زندگی میں گئی تھی۔ عمران اسے اشارے سے قریب بلایا۔

”کیا بات ہے، باس؟“

”بہت خاص...... اور اسے ہر وقت یاد رکھنا۔“

”بتاؤ، باس......“

عمران نے اسے سنگ اور میڈیلینا کی ملاقات کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔ ”تم اس سلسلے میں اپنی زبان بالکل بند رکھنا۔“

”میں نہیں سمجھا، باس!“

”اگر کبھی سنگ، میڈیلینا کا ذکر کرے تو تم اسے یہ بتانے نہ بیٹھ جانا کہ وہ کون ہے۔“

”میں غیر ضروری باتیں کرتا ہی نہیں، باس! ویسے تم نے اچھا ہی کیا ہے کہ مجھے بتا دیا۔“

”اب شاید ہم ایک بار پھر اسی کے ساتھ سفر کریں۔“

''کیا وہ مجھے اور تمھیں نہ پہچان لے گی؟''

''یہ بعد کی باتیں ہیں اور اس کا انتظام بھی کرلیا جائے گا۔ بس، تم، میڈیلینا کے سلسلے میں محتاط رہنا۔ بس، اب جاؤ۔''

جوزف چلا گیا اور عمران پھر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا ہوگا۔ کئی دنوں سے سر سلطان سے رابطہ منقطع رہا تھا اور اسی خدشے کی بنا پر رہا تھا کہ کہیں وہ پھر کوئی تجویز نہ پیش کردیں۔ اس کا بھی امکان تھا کہ اس دوران میں کوئی بڑی طاقت حکومت پر اثر انداز ہو گئی ہو۔

تھوڑی دیر بعد سنگ کے ایک ملازم نے آکر اطلاع دی کہ وہ اسے ٹیلیفون والے کمرے میں بلا رہا ہے۔

سر سلطان، عمران کی آواز سنتے ہی بھڑک اٹھے تھے لیکن اس نے بڑی تدبیروں سے انھیں قابو میں کیا اور وہ گفتگو ریکارڈ کی جس کے لیے یہ کھڑاگ پھیلایا گیا تھا۔

''کیا تم اس طرح کسی پارٹی کو مطمئن کرنا چاہتے ہو؟'' سر سلطان نے پوچھا اور عمران نے اس سوال کا جواب دیئے بغیر رابطہ منقطع کردیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بات اس سے آگے بڑھی تو اسے سب کچھ اگل دینا پڑے گا اور یہ کسی طرح بھی مناسب نہ ہوتا۔

سنگ مطمئن تھا کہ اب وہ میڈیلینا پر مزید اثر انداز ہو سکے گا۔

''آخر تمھاری اسکیم کیا ہے؟'' عمران نے اس سے پوچھا۔

''میڈیلینا کے سہارے تھریسیا تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔''

''لیکن مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔'' عمران نے کہا۔ ''میں تو اس مریخ تک دوبارہ پہنچنا چاہتا ہوں۔''

''تھریسیا پر قابو پالینے کے بعد سب کچھ ممکن ہوگا۔''

''تم کسی اور چکر میں بھی معلوم ہوتے ہو۔'' اس تھوڑی سی مدد کے عیوض میں تمھیں

اپنے پیٹ میں اتار لوں گا۔ اپنے کام سے کام رکھو۔“

”میرا بھی یہی خیال تھا۔“ عمران نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

”ایک بار کہہ دیا کہ تمہیں اس جگہ تک پہنچنے میں مدد دوں گا۔ پھر اس کے علاوہ اور کیا چاہتے ہو؟“

”کچھ بھی نہیں۔ میں نے تو اس کی بھی خواہش ظاہر نہیں کی تھی۔ تم خود ہی کود کر سامنے آئے ہو، اب مسلسل بورڈ کیے جا رہے ہو۔“

”تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ جاؤ سو جاؤ۔“

”شکریہ......!“ عمران کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر خوابگاہ کی طرف چل پڑا تھا۔

دروازہ کھولا تو سنگ کی عورتوں میں سے ایک بستر پر دراز نظر آئی۔ عمران جہاں تھا۔ وہیں رک گیا۔

وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔ ”آؤ...... آؤ، میں سوچ رہی تھی کہ تمھارے علاوہ یہاں اور کوئی ایسا نہیں ہے جس سے میں اس خبیث کے بارے میں کچھ معلوم کر سکوں۔“

”کچھ معلوم کر کے کیا کروں گی؟“ عمران نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

”وہ آخر کس مرگھٹ کا بھتنا ہے؟“ وہ بستر سے اٹھتی ہوئی بولی...... اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

”یہی معلوم کر کے اس کا کیا بگاڑ لو گی؟“

”کیا تم مجھے اس سے نجات دلا سکو گے؟“

”سوال یہ ہے کہ میں ایسا کیوں کرنے لگا؟“

”یہاں صرف تم ہی اپنے معلوم ہوتے ہو۔“

”تم اس کے چنگل میں پھنسی ہی کیوں تھیں؟“

''شہر میں کہیں شراب نہیں مل رہی تھی۔ میں ان کی تلاش میں نکلی تھی جو اس کا غیر قانونی کاروبار کرتے ہیں۔ یہ مل گیا اور اس نے کہا کہ میں اس کے اڈے تک چلوں۔ غرض باؤلی ہوتی ہے، چلی آئی..... ایک ہفتہ ہو گیا، پلٹ کر نہیں جا سکی۔ میرے گھر والے سمجھتے ہوں گے کہ یا تو کسی حادثے کا شکار ہو گئی یا کوئی مجھے لے اڑا۔''

''لیکن یہاں تو مفت کی مل رہی ہے، پھر کیوں بھاگنا چاہتی ہو؟''

''میں کسی قیمت پر بھی شراب خریدنے نکلی تھی۔ اتنی معذور تو نہیں ہوں کہ مفت شراب حاصل کرنے کے لیے اس کی زیادتیوں کا شکار ہوتی رہوں۔''

''میں اس سلسلے میں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ شرابی عورتیں مجھے زہر لگتی ہیں۔''

''کیوں، کیا تم نہیں پیتے؟ بہت پارسا ہو۔''

''میں نے تو آج تک چکھی بھی نہیں۔''

''اتنے ہی شریف ہو تو پھر اس کمینے کے پاس تمھارا کیا کام؟''

''تمھاری ہی طرح میں بھی اس کا قیدی ہوں۔''

''لیکن وہ تمھارے ساتھ قیدیوں کا سا برتاؤ تو نہیں کرتا۔''

''اور اتفاق سے میں عورت بھی نہیں ہوں۔''

''اچھا، اگر میں یہیں تمھارے پاس رہ جاؤں تو......؟''

''میں سر کے بل کھڑا ہو جاؤں گا۔''

''میں نہیں سمجھی......''

''سر کے بل کھڑے ہونے میں سمجھنے کی کیا بات ہے؟ ویسے اب تم چلی ہی جاؤ۔ ورنہ اگر اس نے دیکھ لیا تو میری بھی شامت آ جائے گی۔''

''آخر تم بتاتے کیوں نہیں کہ وہ کون ہے؟''

''اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ وہ منشیات کا اسمگلر ہے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟''

’’کیا تمھارے گھر والے تمھاری اس عادت سے واقف ہیں؟‘‘

’’کیوں نہیں...... ہمارے خاندان میں بچوں کے علاوہ سب پیتے ہیں۔‘‘

’’کیوں نہیں...... ہمارے خاندان میں بچوں کے علاوہ سب پیتے ہیں۔‘‘

’’اور انہوں نے غیر قانونی شراب کی تلاش کی ذمے داری عورتوں پر ڈال دی ہے۔‘‘

’’ہمارا اپنا ذاتی مسئلہ ہے۔ تمھیں اس سے کیا؟‘‘

’’یہ میرا بھی مسئلہ ہے...... بلکہ پوری قوم کا مسئلہ ہے۔‘‘

’’میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔‘‘

’’تو پھر اس کمرے سے نکل جاؤ۔‘‘

’’تم میری توہین کر رہے ہو۔‘‘

’’تم نے میری اجازت حاصل کیے بغیر اس کمرے میں قدم کیوں رکھا؟‘‘

’’جا رہی ہوں۔‘‘ وہ تنتنا کر اٹھی اور کمرے سے نکل گئی۔

عمران بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ’’آ جاؤ......‘‘ اس نے اونچی آواز میں کہا اور جوزف دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

’’کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں، باس!‘‘

* * *

عمران نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور خود بستر پر بیٹھ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''میں الجھن میں ہوا، باس!''

''کس الجھن میں......؟''

''آخر ہم یہاں سنگ ہی کے ساتھ کیوں ہیں؟''

''کیوں، کیا تو یہاں مزے نہیں کر رہا؟''

''وہ تو ٹھیک ہے، باس! لیکن اس آدمی کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ سچ مچ تمھیں کسی نے ہاتھ فروخت کردے گا۔''

''کیا کسی خاص بات پر تیری نظر پڑی ہے؟''

''کچھ دیر پہلے میں نے ایک سفید فام آدمی کو یہاں سے نکلتے دیکھا ہے۔''

''یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں۔ ہوسکتا ہے وہ بھی اس کے ساتھیوں میں سے ہو۔''

''تو پھر میری کھوپڑی کہ وہ رگ کیوں پھڑک رہی ہے، جس کا تعلق خطرات کی آگاہی سے ہے۔''

''اس لیے کہ تو اسے اچھا آدمی نہیں سمجھتا۔''

''دیکھو، باس! اس معاملے میں مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں جنگل کا آدمی ہوں۔''

''اس وقت جا کر سو جا۔ صبح کو اس مسئلے پر غور کریں گے۔''

''اور اگر سوتے میں کچھ ہو گیا تو......؟''

''تیرا مقدر......'' عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''چل بھاگ، مجھے نیند آرہی ہے۔''

''تم جانو، باس...... میں تو تمھارے ہی لیے پریشان ہو رہا ہوں۔'' جوزف اٹھتا ہوا بولا۔

اس کے چلے جانے پر عمران نے دروازہ بولٹ کر دیا تھا۔ جوزف کو اس نے بھگا تو دیا

تھا لیکن خود بھی الجھن میں تھا کہ اب کس قسم کا کھیل شروع ہونے والا ہے۔ کیا اس نے سنگ کے لیے اپنی اور سر سلطان کی گفتگو کا ٹیپ فراہم کر کے غلطی کی ہے؟ اس طرح تو اس نے گویا تصدیق کر دی تھی کہ اس کی حکومت اسے مردہ تصور نہیں کرتی۔ اس کا سر سلطان سے رابطہ قائم ہے۔ اب اگر سنگ چاہے تو اسے بلیک میل بھی کر سکتا ہے۔ لیکن کس سلسلے میں بلیک میل کرے گا......اوہ! جہنم میں جائے۔ دیکھا جائے گا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ذرا سی دیر میں سو گیا۔

دوسری صبح سنگ غائب تھا۔ ناشتے کی میز پر اس کے چینی ملازم نے بتایا کہ وہ نصف شب کے بعد ہی کہیں چلا گیا تھا۔

ناشتے کی میز پر جوزف بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ اس نے معنی خیز نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ ناشتہ ختم ہو جانے پر چینی ملازم وہاں سے چلا گیا۔

”تم نے دیکھا، باس!“

”نتیجہ اخذ کرنے میں جلد مت کرو۔“

”مجھے کیا......؟“ جوزف نے لاپرواہی کے انداز میں شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

”جہاں تم، وہاں میں۔“

”تو بہت زیادہ دور اندیش ہو گیا ہے۔“

”صرف تمہارے لیے، باس! مجھے اپنی پرواہ نہیں ہے۔“

”میری بھی بہت زیادہ فکر نہ کیا کر۔“

”بس، اسی سے خوف کھاتا ہوں کہ کہیں تنہا نہ رہ جاؤں۔“

”اس کے بعد تجھے یہ پہاڑی زندگی تنہا کاٹنی پڑے گی۔“

”یہی سمجھ لو، باس!“

”اے چپ۔“ عمران نے کہا۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

سنگ نے گارڈوا کی قیامگاہ پر پہنچ کر کال بیل کا بٹن دبایا ہی تھا کہ دروازہ کھل گیا اور میڈیلینا کی آواز آئی۔ ”کم ان، پلیز...... مسٹر سنگ!“

”کیا تھا اور وہ آدمی اب بھی یہیں موجود ہے۔ جس کے توسط سے تم تک میری رسائی ہوئی تھی۔“ سنگ نے اندر قدم رکھتے ہی پوچھا۔

”اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ میڈیلینا بولی۔ ”اسے پچھلی رات ہی یہاں سے ہٹا دیا گیا تھا۔“

”میں اس گفتگو کا ٹیپ لایا ہوں۔“

”میں اسے سنوں گی۔ عمران بے حد مکار آدمی ہے۔“

”اس میں کیا مکاری کر سکتا ہے؟“

”اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مادام کا قول ہے۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے لیکن اس ٹیپ میں ذرہ برابر بھی شبہے کی گنجائش نہیں ہے۔“ سنگ نے کیسٹ اس کے حوالے کر دیا۔ میڈیلینا اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گئی۔

سنگ بڑے محتاط انداز میں اسے کے پیچھے چل پڑا تھا اور بڑے پیار سے اس کی دلکش چال کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ وہ بھی پتا نہیں کیوں اس وقت کچھ زیادہ ہی لچک رہی تھی۔

کمرے میں پہنچ کر وہ رکی اور بولی۔ ”میں اسے باقاعدہ ٹسٹ کروں گی۔“

”ٹھیک ہے، ضرور کرو۔“ وہ ہنس کر بولا۔ ”سنگ ہی پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔“

”دو اور دو چار والی بات ٹھیک ہوتی ہے، مسٹر سنگ ہی!“

اس نے کیسٹ ایک ٹیپ ریکارڈ میں لگایا اور اس کا سوئچ آن کر دیا۔ کچھ عجیب سی وضع کا ٹیپ ریکارڈر تھا، جس کا ایک تار کمپیوٹر قسم کی ایک مشین سے بھی منسلک تھا۔

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006 اقبال اردو سائبر لائبریری

ریکارڈ میں پیٹ چل رہا تھا لیکن آوازیں نہیں سنائی دیتی تھیں البتہ کمپیوٹر حرکت میں آ گیا تھا، جس کی آواز کمرے کی محدود فضا میں گونج رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کمپیوٹر سے کسی قدر مختلف سی آواز نکلی اور اس سے ایک کارڈ برآمد ہوا۔

میڈیلینا نے آگے بڑھ کر کارڈ اٹھا لیا اور اسے بغور دیکھتی رہنے کے بعد بولی۔ ’’ٹھیک ہے۔ یہ عمران ہی کی آواز ہے۔‘‘

’’دیکھو، تم نے خلوص سے تعاون کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس لیے میں تمھیں فریب دے ہی نہیں سکتا۔‘‘ سنگ مسکرا کر بولا۔

’’یہ بہت اچھا ہوا، اب مادام کو یقین آ جائے گا۔‘‘

’’اب تم مجھے اپنا پروگرام بتاؤ۔‘‘

’’دو گھنٹے بعد یہیں کے نمبر پر مجھے رنگ کرنا۔ فون نمبر لکھ لو۔‘‘ سنگ نے نمبر نوٹ کیے اور مزید کچھ کہے بغیر وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیوں اس وقت وہ اس عورت کے بارے میں کسی قدر الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔ عجیب سی خلش تھی جسے وہ کوئی نام نہ دے سکا۔

اپنی قیامگاہ پر واپس پہنچ کر سب سے پہلے عمران ہی سے ملا۔ عمران اس کمرے میں تھا، جہاں جنوبی امریکہ کے متعدد نقشے دیواروں پر لٹکے ہوئے تھے۔

’’اوہو......تم یہاں ہو؟‘‘ سنگ نے حیرت سے کہا۔

’’تمھیں اس پر حیرت کیوں ہے؟‘‘

’’حیرت......‘‘ سنگ ہنس کر بولا۔ ’’حیرت کیوں ہوتی، بھلا؟‘‘

’’اپنی بات کرو۔ کس مرحلے میں ہو؟‘‘

’’وہ ٹیپ لے گئی ہے۔ دو گھنٹے بعد اپنے پروگرام سے آگاہ کرے گی۔‘‘

’’آخر یہ عورت میڈیلینا کس قدر با اختیار ہے؟‘‘

’’تھریسیا کی چیف آف پرسنل اسٹاف کو جیسی ہونا چاہیے۔ ویسی ہی ہے اور میں کیا

بتاؤں؟" وہ سسکاری لے کر رہ گیا اور عمران اسے مضحکانہ انداز میں دیکھنے لگا۔

"اس طرح مت دیکھو، پیارے!" سنگ مسکرا کر بولا۔ "اتنی دلکش سیاہ فام عورت آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔"

عمران ایک بار پھر سوچنے لگا۔ کیا اسے آگاہ کر دے کہ وہ تھریسیا کے چکر میں براہ راست پڑ گیا ہے۔"

"میں نے محسوس کیا ہے۔" سنگ بولا۔ "اس کے ذکر پر تم کسی قسم کی تشویش میں مبتلا ہو جاتے ہو؟"

"کیا مجھے نہ ہونا چاہیئے۔ جب کہ تم پہلے بھی ایک بار، ایک ایسی سیاہ فام عورت کے چکر میں پڑ چکے ہو، جو حقیقتاً تھریسیا تھی۔"

"مجھے یاد ہے لیکن وہ تھریسیا نہیں ہے۔"

"تم کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"کیا تم مجھے بونڈا سمجھتے ہو؟"

"چچا سمجھتا ہوں۔" عمران مسکرا بولا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ ساری دنیا میں ہوشیار ترین آدمی مشہور ہے اور چونکہ اسے اس سیاہ فام عورت کی کوئی بات متاثر کر گئی ہے۔ اس لیے وہ اس کے سلسلے میں ایسی احمقانہ باتیں کر رہا ہے۔ اچھا چچا سلمہ، تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں اب اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔

"تم ان نقشوں میں کیا دیکھ رہے تھے؟" سنگ نے موضوع بدل دیا۔

"یہی کہ شاید گدھی کے بچے والے نقشے میں پیرو کا بھی کچھ حصہ شامل تھا اور اب جب کہ تم نے ایکوٹیوز کا حوالہ دیا ہے تو پورا نقشہ ایک بار پھر ذہن میں چمک اٹھا ہے اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ہماری پہلی منزل ایکوٹیوز ہی ہے۔"

"اگر ایکوٹیوز ہی منزل ہے تو تم اپنے چچا کی شہنشاہیت بھی دیکھ لو گے۔"

''کیا مطلب......؟''

''پورٹ کا بادشاہ کہلاتا ہوں۔''

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ پھر ایک نقشے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

میڈیلینا سے ملاقات کے ٹھیک دو گھنٹے بعد سنگ نے گارڈوا والے مکان کے فون نمبر ڈائل کیے۔ فوراً ہی کال ریسیو کی گئی تھی اور دوسری طرف سے میڈیلینا ہی آواز آئی تھی۔

''بات بن گئی ہے۔'' اس نے کہا۔ ''اب شاید جلد ہی یہاں سے روانگی ہو جائے۔ ویسے کیا تم میرے لیے بھی ایک کام کر سکو گے؟''

''بتاؤ، کیا کام ہے، شاید کر ہی سکوں؟'' سنگ نے بڑے خلوص سے کہا۔

''عمران کو تلاش کر دو۔ یہ میرا ذاتی کام ہے۔ اس کے عیوض جو بھی چاہو گے، مجھے اس سے انکار نہ ہوگا۔''

سنگ نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اس وقت کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔

''اسے تلاش کرنا پڑے گا۔ کچھ دنوں پہلے وہ میری نظر میں تھا لیکن اب اس کا سراغ کھو چکا ہوں۔''

''تین دن کے اندر اندر اگر یہ کام ہو جائے تو کیا کہنے۔'' میڈیلینا نے کہا۔

''اس سلسلے میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ اب وہ خود میری تاک میں ہو لیکن یقین کرو کہ میں تمہارے اس ذاتی کام کے سلسلے میں ضرور کوشش کروں گا۔ ہاں، تو پھر اب تم سے ملاقات کی کیا صورت ہوگی؟''

''میں یہیں گارڈوا کے مکان میں قیام کروں گی۔ جب چاہو، ملاقات کر سکتے ہو۔ لیکن مقامی پولیس کو پیچھے نہ لگا لانا۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ان حقیر کیڑوں کی کیا حقیقت ہے...... پتا نہیں، کب

سے یہاں مقیم ہوں۔“

”تم نے کس جگہ اس کا سراغ کھویا تھا۔“ میڈیلینا نے سوال کیا۔

سنگ کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں اور اس نے کہا۔ ”تین دن پہلے کی بات ہے، کیلی گراہم کے ساتھ مقیم تھا۔ پھر وہاں کچھ گڑبڑ ہوگئی اور وہاں سے غائب ہو گیا۔“

”کیا گڑبڑ ہوئی تھی؟“

”یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ شاید کسی پارٹی نے عمران پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آیا تھا۔ شاید فائرنگ بھی ہوئی تھی۔“

”بہر حال، اگر وہ تین دن تک نہ ملا تو پھر ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔“

”کہاں......؟“

”مجھے تو ایکویٹوز ہی جانا پڑے گا۔“

”تو پھر کیا پروگرام رہے گا؟“

”میں تمہیں بتا دوں گی۔ بس اب تم عمران کی تلاش شروع کر دو۔“ میڈیلینا کی آواز آئی اور رابطہ بھی منقطع ہو گیا۔ سنگ نے برا سا منہ بنا کر ایک گندی سی گالی دی اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

وہ بہت زیادہ متفکر نظر آنے لگا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ عمران کے سلسلے میں اسے کیا کرنا چاہیئے۔ ٹھیک اسی وقت عمران بھی اس کمرے میں داخل ہوا اور سنگ اس طرح چونک پڑا جیسے چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔ عجیب کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ”تین دن بعد وہ یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔“

”کہاں؟“

”ایکوٹیوز......“

”جہاں کے تم بادشاہ ہو۔“

''کیوں فضول بکواس کر رہے ہو؟'' سنگ جھنجھلا کر بولا۔

''ہائیں...... ہائی...... مطلب؟''

''غیر ضروری باتیں بہت کرتے ہو۔''

''میرا خیال ہے کہ اب اس نے کوئی شرط اور لگائی ہے۔''

سنگ کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

''کہہ دو کچھ بھی کہنا ہے تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔'' عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ دوبارہ گم ہو جاؤ۔''

''میں سمجھ رہا ہوں کہ اس کی دوسری شرط کیا ہو سکتی ہے۔''

''جتنی جلد ممکن ہو...... نکل جاؤ، یہاں سے اور مجھے قطعی علم نہ ہونا چاہیئے کہ تم کہاں ہو؟''

''میں بھی یہی سوچ رہا تھا لیکن اس عورت سے ہوشیار رہنا۔''

''تم اس کی فکر نہ کرو۔''

''ایک بار پھر آگاہ کر دوں کہ وہ خود ہی تھریسیا بھی ہو سکتی ہے۔''

''اگر ایسا ہوا تو میری تقدیر کھل جائے گی۔''

''ہو سکتا ہے اب ہماری ملاقات ایکویٹوز ہی میں ہو۔'' عمران نے کہا۔

''لیکن یہ بھی سن لو کہ وہاں بھی تمہارا دشمن ہی ہوں گا۔ مجھ سے دور ہی دور رہنا۔''

''ہم ہمیشہ وقتی طور پر دوست بنتے ہیں اور دشمنوں کی طرح جدا ہو جاتے ہیں۔ کوئی خاص بات نہیں ہے...... اور ہاں، تم بھی میرے یہاں سے رخصت ہونے کے بعد ایک گھنٹے کے اندر اندر یہ جگہ چھوڑ دینا...... میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے لیے گمشدہ ہی رہو۔'' عمران نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔ وہ سوچ رہا تھا ہو سکتا ہے تھریسیا نے سنگ کی نگرانی شروع کرا دی ہو۔ لہٰذا یہاں سے نکلنے میں بہت احتیاط

برتنی پڑے گی۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

* * *

اخبارات میں آج اس شہ سرخی کے علاوہ اور کوئی خاص خبر نہیں تھی کہ نیویارک کے تین اسکائی اسکرپیرز حیرت انگیز طور پر زمین بوس ہو گئے اور ساتھ ہی زیرولینڈ کے پر اسرار براڈ کاسٹنگ سروس سے یہ دھمکی بھی نشر ہوئی ہے کہ اگر اس سال کے بجٹ کا دسواں حصہ امریکہ نے زیرولینڈ کے حوالے نہ کیا تو خلا میں تباہ ہو جانے والی اسکائی لیب کے ٹکڑے مزید تباہی پھیلائیں گے۔ زیرولینڈ کے ریڈیو نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اسکائی لیب کے ٹکڑوں کو خلا ہی میں روکے بھی رکھا جا سکتا ہے اور حسب منشاء انہیں دنیا کے دوسرے مقامات پر بھی تباہی پھیلانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے اور حسب منشاء انہیں دنیا کے دوسرے مقامات پر بھی تباہی پھیلانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ساری دنیا ایک بار پھر ہیجان کا شکار ہو گئی تھی اور بڑے ملکوں کے ریڈیو اسٹیشن اس سلسلے میں خاص بلیٹن نشر کر رہے تھے اور اس بات کی سفارش خاص طور پر کی جا رہی تھی کہ اس خطرناک تنظیم کے خاتمے کے لیے کم از کم وقتی طور ہی پر بڑی طاقتوں کو متحد ہو جانا چاہیے۔

عمران نے یہ خبر ماناوز میں پڑھی تھی۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ جوزف بھی تھا۔ دونوں ہی میک اپ میں تھے اور اسی میک اپ میں انہوں نے ماناوز تک کا سفر کیا تھا۔ جوزف اس شہر کو دیکھ کر متحیر تھا۔ اس ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہ شہر زمین سے اگا ہو، یا دریائے میزن میں بہتا بہتا اس جگہ کنارے سے آ لگا ہو۔

”باس! یہ کیسا شہر ہے؟“ اس نے عمران سے کہا۔ ”نہ یہاں کہیں سے کوئی ریلوے لائن آئی ہے نہ سڑک!“

”اس کے باوجود بھی یہ اتنا آباد ہے اور ساری دنیا سے اس کا رابطہ ہے۔ بحری اور ہوائی جہاز ہی یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔“

''لیکن تم یہاں کیوں آئے ہو؟ تمھیں تو ایکیٹوز جانا تھا؟''

''میرے لیے یہی آسان ترین راستہ ہے۔'' عمران نے جواب دیا۔

''لیکن ایکیٹوز، برازیل میں تو نہیں ہے، باس؟''

''پیرو کی ایک بندرگاہ ہے۔''

''اور میرا خیال ہے کہ یہاں سے فاصلہ بھی بہت ہے۔''

''ہزاروں کلومیٹرز کی بات ہے لیکن ہم یہاں سے پورا سفر دریائی راستے سے نہیں کریں گے۔ یہاں سے طیارے کے ذریعے سرحدی شہر بن جامن کانسٹینٹ تک پہنچیں گے اور وہاں سے بقیہ سفر دریاؤں میں ہوگا۔''

''اتنے چکر کی کیا ضرورت تھی؟ سیدھے ایکیٹوز ہی چلے چلتے۔''

''جنگلوں میں داخل ہونے سے پہلے میں انہیں سمجھنا چاہتا ہوں۔''

''تم جانو، باس! میں تو حکم کا بندہ ہوں۔''

''ایک بات اور ابھی ہے۔ شاید سنگ بھی ایکیٹوز تک پہنچنے کے لیے یہی راستہ اختیار کرے۔''

''یعنی تمھیں یقین نہیں ہے۔''

''فی الحال، میں صرف امکانات کو دیکھ رہا ہوں۔''

''آخر اچانک تم دونوں کے درمیان یہ بے لطفی کیسے پیدا ہوگئی تھی؟''

''اس نے خود ہی مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں کچھ دنوں کے لیے پھر گمشدہ بن جاؤں۔'' عمران نے کہا اور میڈیلینا کی کہانی سنانے لگا۔

''تو وہ سور کی بچی ابھی تک تم پر ادھار کھائے بیٹھی ہے۔'' جوزف نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''تو سنگ ہی بھی جانتا ہے کہ وہ تھریسیا ہی ہے۔''

''نہیں وہ، اسے پہچان نہیں سکا!''

''اور تم نے بھی اسے نہیں بتا، باس؟''

''میں نے اسے بتانے کی کوشش کی تھی۔ یعنی شبہ ظاہر کیا تھا کہ کہیں وخود تھریسیا ہی نہ ہو لیکن اس نے مجھ سے اتفاق نہیں کیا۔''

''تب تو ضرور مارا جائے گا۔'' جوزف خوش ہو کر بولا۔

عمران خاموش ہی رہا۔ وہ مانا اوز کے ماچو پکچو ہوٹل میں ٹھہرے تھے......اور عمران بھی جوزف ہی کی نسل کا لگتا تھا۔ یہاں سے بے شمار سیاہ فام لوگ تھے اور وہ بھی انہیں کی بھیڑ میں گم ہو کر رہ گئے تھے لیکن جوزف کو اس کی فکر کھائے جا رہی تھی کہ عمران اب جو کچھ کر رہا تھا کہ اس کی نوعیت سرکاری نہیں تھی۔ لہٰذا اخراجات کہاں سے اور کس طرح پورے ہوں گے؟ عمران سے بھی آخر کار پوچھ ہی بیٹھا۔

اور عمران ایک زوردار قہقہہ لگا کر بولا۔ ''اس طرح میری ایک بہت بڑی خواہش پوری ہونے والی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا، باس!''

''بچپن ہی سے مجھے بھیک مانگنے کا شوق ہے لیکن میں اپنے ملک میں یہ شوق پورا نہیں کر سکا۔ یہاں لڑائی کروں گا۔''

''ارے نہیں، باس!'' جوزف نے دانت نکال دیئے۔

''پھر کیا صورت ہوگی......اب یہ جو چھتر ڈالر یومیہ کا کمرہ لے رکھا ہے......کھانا پینا اور تمھاری بوتلیں......یہ سب آخر کہاں سے نکلے گا؟''

''اگر یہ بات ہے، باس!'' جوزف نے سنجیدگی سے کہا۔ ''تو پھر میں خود بھیک مانگ لوں گا۔ تمھیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''اچھا، خاموش بیٹھ، یہ تیرا مسئلہ نہیں ہے۔''

''نہیں، باس! میں اس سلسلے میں بہت پریشان ہوں۔''

''خاموش......دیکھ، وہ لڑکی مجھے غور سے دیکھ رہی ہے۔'' عمران نے کہا اور خود بھی

IqbalCyberLibrary All rights reserved ©2002

اس لڑکی کی جانب متوجہ ہو گیا، جو لاؤنج میں داخل ہو کر زینوں کے قریب ہی رک گئی تھی۔ پھر آگے بڑھی اور سیدھی عمران ہی کی طرف آئی۔

”مسٹر ڈھمپ......؟“ اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”ہاں......اور یہ لا دا فنگا......“ عمران نے جوزف کی طرف دیکھ کر کہا۔

”میں نگیلا ہوں۔“ اس نے عمران سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر جوزف کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

جوزف حیرت سے منہ کھولے کھڑا تھا۔ نگیلا نے عمران سے پوچھا۔ ”کیا ہم یہیں گفتگو کریں گے؟“

”نہیں، کمرے میں چلو۔“ عمران نے کہا اور دوسری طرف مڑ گیا۔ اس نے جوزف کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ کمرے میں پہنچے اور عمران نے نگیلا سے بیٹھنے کو کہا۔ نگیلا، جوزف کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

”کوئی بات نہیں ہے۔ اس کی موجودگی میں بھی ہر قسم کی گفتگو ہو سکتی ہے۔“

اس نے اپنا ہینڈ بیگ کھولا اور کرنسی نوٹوں کی تین گڈیاں نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیں۔

جوزف کا حیرت سے کھلا ہوا منہ جھٹکے کے ساتھ بند ہو گیا۔ اور اس نے اتنی سختی سے جبڑے بھینچے کہ گالوں کے غضلات ابھر آئے۔

عمران نے گڈیاں لے کر میز کی دراز میں ڈال دیں اور نگیلا سے پوچھا۔ اس آدمی کے بارے میں کیا خبر ہے؟“

”آج رات کو کسی وقت اطلاع مل جائے گی۔“

”میں یہیں رہوں گا۔ تم جس وقت چاہو، مجھ سے رابطہ قائم کر سکتی ہو۔“

”بہت بہتر......“ وہ اٹھتی ہوئی بولی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی......عمران بیٹھا

CyberLibrary
All rights reserved.
©2002-2006

ہی رہا تھا۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ’’کیا یہ بھیک ملی ہے۔ باس؟‘‘

’’اب میں کیا کروں کہ وطن سے اتنی دور رہ کر بھی میں اپنی یہ خواہش پوری نہ کر سکا۔‘‘

’’تم کبھی میری سمجھ میں نہیں آؤ گے، باس!‘‘

’’لڑکی کیسی تھی؟‘‘

’’میں کیا جانوں......؟‘‘

’’اپنے معیار کو مدنظر رکھ کر بتا کہ کتنی حسین تھی؟‘‘

’’اب وہ آنکھیں ہی نہیں رہیں، باس...... بس لڑکی تھی۔ کیسی تھی، میں نہیں بتا سکوں گا...... لیکن تمھیں کسی کے حسن سے کیا سروکار؟ بڑی نئی نئی باتیں کر رہے ہو، باس!‘‘

’’آب و ہوا بدل گئی ہے۔‘‘

’’اس قصے کو ختم کرو۔ یہ بتاؤ...... کیا بس، ہم ہی دونوں سفر کریں گے؟‘‘

’’سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ابھی تو مجھے ان پارٹیوں کو دیکھنا ہے کہ کون کدھر کا رخ کرتی ہے۔‘‘

’’میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کر سکو گے، باس؟‘‘

عمران کچھ نہ بولا۔ ویسے جوزف نے فوراً ہی محسوس کر لیا کہ شاید اسے اس کا یہ جملہ جلدی سے بولا۔ ’’میرا مطلب تھا، باس! کہ پہلے بھی جب کبھی ہم کسی مہم پر نکلے ہیں لو تھے۔ بے سروسامانی کے عالم میں کبھی نہیں نکلے...... اور یہ تو بہت بڑا معاملہ ہے۔ اتنا بڑا کہ بڑی طاقتیں ی اس میں دلچسپی لے رہی ہیں۔‘‘

’’میں سمجھتا ہوں تو کیا کہنا چاہتا ہے لیکن پہلے کبھی ایسے حالات سے دوچار نہیں ہونا پڑا بھلا کبھی اس طرح مرجانے کا اتفاق بھی ہوا تھا۔ لہذا ہمیں اس کا ثبوت دینا ہو

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

گا کہ ہم زندہ نہیں ہیں۔’’

‘‘میں معافی چاہتا ہوں، باس! بھلا مجھے اس سے کیا سروکار کہ تم کس طرح کام کرتے ہو مجھے تو صرف تمہارے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔’’

‘‘اسی لیے میں صرف تجھے ساتھ لایا ہوں۔’’

‘‘اور میں خواہ مخواہ تمہیں بددل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔’’

‘‘نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔’’

‘‘میں سوچ رہا تھا کہ یہاں ہوٹل میں بیٹھ کر ہم حالات سے کس طرح باخبر رہ سکیں گے۔’’ جوزف نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

‘‘ٹھیک ہے۔’’ عمران نے سر ہلا دیا۔ ‘‘ہمیں باہر نکلنا چاہیئے۔’’

لیکن وہ کمرے سے نکل کر وہ لاؤنج تک آئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ دراصل عمران ابھی تک راہ عمل کا تعین نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے ملک سے باہر نکل آنا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ کسی مجبوری کے تحت وہاں اتنے دنوں نہیں رکا رہا تھا۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ کس سے مل کر کام کیا جائے۔ لیکن ہر طرف کی نیتوں میں کھوٹ ہی کھوٹ نظر آیا تھا۔ اس لیے اس نے بین الاقوامی کانفرنس کی تجویز پیش کی تھی یا کم از کم وہ چار ممالک تو اکٹھا ہو ہی جاتے جن کے ذمہ دار افراد کو تھریسیا نے اپنے ‘‘مریخ’’ کی سیر کرائی تھی۔ لیکن اس کی یہ تجویز بھی دام تزویر کا شکار ہو گئی تھی اور پھر سنگ ہی سے ملاقات ہو گئی تھی، جس کی وہاں موجودگی کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر جس طرح اس سے گلوخلاصی ہوئی تھی۔ اس کا تقاضا یہی تھا کہ جلد از جلد وہ ملک سے نکل کھڑا ہوتا۔

‘‘یہاں بیٹھنے سے کیا فائدہ، باس؟’’ دفعتہً جوزف نے کہا اور عمران چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ یہاں لاؤنج میں تین چار بوڑھے بیٹھے اونگھ رہے تھے۔

اچانک ان میں سے ایک کو کھانسی آئی اور اس کے قریب بیٹھا ہوا دوسرا بوڑھا بھی

چونک پڑا۔

’’ارے بھئی، سنا تم نے؟‘‘ کھانسنے والے نے کھانسیوں پر قابو پا کر دوسرے سے کہا۔

’’یہ خوب ہوائی چھوڑی ہے کسی نے، کہ زیرولینڈ والوں کا ’’مریخ‘‘ برازیل میں کہیں ہے۔‘‘

’’ہوسکتا ہے۔‘‘ دوسرے نے سر ہلا کر کہا۔

قطعی نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا ہو تو وہ لوگ سب سے پہلے ہماری حکومت پر دباؤ ڈالتے......‘‘

’’پھر اس افواہ کا مقصد کیا ہوسکتا ہے؟‘‘ دوسرے نے پوچھا۔

’’اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ بڑی طاقتیں اسی بہانے یہاں اپنے اڈے قائم کرنا چاہتی ہیں۔‘‘

’’تو پھر یہ زیرولینڈ والے کہاں سے اس قسم کی تباہی پھیلا رہے ہیں؟‘‘

’’بالکل ڈھونگ ہے۔‘‘ پہلے بوڑھے نے کہا۔ ’’یہ سب روس کی شرارت ہے۔ امریکہ کو اس طرح نقصان پہنچا رہا ہے۔ زیرولینڈ کا ہوا اسی کا کھڑا کیا ہوا ہے۔ اسے لکھ لو۔ آخر میں یہی معلوم ہوگا۔‘‘

’’بات قرین قیاس ہے۔‘‘ دوسرا بولا۔

’’میں نے عملی سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ لیکن بین الاقوامی سیاست پر میری گہری نظر ہے۔‘‘

’’ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔‘‘ دوسرا جو اپنی غنودگی کے غارت ہونے پر کچھ اکھڑا سا نظر آ رہا تھا سر ہلا کر بولا۔

’’بہر حال، ہماری حکومت کو چاہیئے کہ اب یہاں غیر ملکیوں کے داخلے پر پابندی لگا دے۔

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

''لیکن اس سے ہماری تجارت متاثر ہوگی۔'' دوسرے نے کہا۔

''ہاں، اسے بھی دیکھنا پڑے گا۔'' دوسرا اس سے متفق ہوگیا۔

عمران نے جوزف کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی اور اٹھ گیا اور وہ دونوں زینے طے کر کے نچلی منزل پر آئے۔

جگہ جگہ لوگ اسی مسئلے پر گفتگو کرتے نظر آئے۔

''کیوں نہ شہر میں دیکھ لیں، باس!'' جوزف نے کہا۔

''اسی لیے اٹھا تھا۔'' عمران بولا۔

وہ ایک بس میں بیٹھ گئے لیکن انہیں قطعی نہیں معلوم تھا کہ جانا کہاں ہے۔ ''عمران نے جوزف سے کہا۔'' جہاں دل چاہے گا، اتر جائیں گے...... اور پھر ہوٹل کا نام بتا کر یہیں واپس بھی آسکتے ہیں۔''

''اور کیا، باس! جب جگہ جانی بوجھی نہ ہو تو یہی کیا کرتے ہیں۔''

ایک بھرے پھرے بازار میں وہ بس سے اتر گئے۔ یہاں بھی وہی چرچے تھے۔ لوگوں میں خاصی سراآئیگی پائی جاتی تھی۔ ایک جگہ ایک مسخرہ مجمع لگائے چیخ رہا تھا۔'' سنو، لوگو! اگر امریکہ نے زیرولینڈ والوں کو خراج ادا نہ کیا تو جانتے ہو، کیا ہوگا؟ سوچو غور کرو...... نہیں سمجھ میں آتا...... اچھا تو سنو، میں بتاتا ہوں۔ آسمان سے بیئر کی بوتلیں برسیں گی۔''

لوگوں نے قہقہے لگائے۔ جوزف بھی ہنسنے لگا اور عمران نے اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''کہیں رکنے کی ضرورت نہیں ہے...... اور میں تو اب سوچ رہا ہوں کہ ہمیں، مانا اوز میں رکنا ہی نہ چاہیے لیکن چونکہ کل مجھے یہاں ایک آدمی سے ملنا ہے اس لیے رات تو گزارنی ہی پڑے گی۔ ویسے یہاں کے حالات بہتر نظر نہیں آتے۔''

''میں نہیں سمجھا، باس!''

”کسی وقت بھی کوئی ایسا واقعہ ہو سکتا ہے کہ ہم دشواری میں پڑ جائیں۔ یعنی یہاں سے آگے ہی نہ بڑھ سکیں۔“

”وہ واقعہ تمھاری دانست میں کس قسم کا ہو سکتا ہے؟“

”ماناوز سے کہیں اور جانے والوں کی چیکنگ شروع ہو سکتی ہے۔“

”اور ہمیں ہر حال میں آگے جان ہے۔“

”کل ہی اس شخص سے ملاقات کے بعد بنجامن کانسٹیٹ فلائی کر جائیں گے۔“

”اگر اس سے پہلے ہی کوئی افتاد پڑ گئی تو......؟“

”دیکھا جائے گا۔ ذہن کو زیادہ نہ الجھاؤ۔“ عمران نے کہا اور دفعتہً چلتے چلتے رک گیا۔

”کیا بات ہے، باس؟“

”ادھر دیکھو......“ عمران نے سر کی جنبش سے بائیں جانب اشارہ کیا۔

”اوہ......باس!“ جوزف آہستہ سے بولا۔ ”یہ تو پی سن ہے۔“

”تم نے ٹھیک پہچانا۔ یہ وہی ہے۔“

پی سن، سنگ ہی کے ان ملازمین میں سے تھا۔ جن سے کچھ ہی دنوں پہلے ان کا سابقہ رہ چکا تھا۔

”یہ کہاں کیا کر رہا ہے؟“ جوزف بولا۔

”اس کی فکر نہ کرو، اب ہمیں اس پر نظر رکھنی ہے۔“

”تمھارا اندازہ بالکل درست نکلا، باس!“

پی سن، پستہ قد اور بھاری بھرکم آدمی تھا اور زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ اس لیے وہ ٹہلنے کے سے انداز میں بھی اس کا تعاقب جاری رکھ سکتے تھے۔

وہ بازار میں اشیائے خوردنی کی خریداری کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور ملازم دکھائی دیا۔ اس نے بھی ایک وزنی تھیلا اپنے کاندھے پر لاد رکھا تھا۔

IqbalCyberLibrary All rights reserved. ©2002-2006

پھر ان دونوں نے سارا سامان ایک گھوڑا گاڑی پر رکھ دیا تھا لیکن شاید ابھی کچھ اور بھی خریدنا تھا اس لیے روانگی نہیں ہوئی تھی۔

"لیکن باس!" جوزف آہستہ سے بولا۔ "اگر یہ گھوڑا گاڑی پر گئے تو پھر ہم کیا کرینگے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ پھر آہستہ سے کہا۔ "ہم بھی کچھ تھوڑی سی خریداری کر ڈالیں۔ ایک گھوڑا گاڑی کرائے پر حاصل کر لیں گے۔"

"اور اب اگر وہ اسی دوران میں روانہ ہو گئے، جب ہم خریداری کر رہے ہوں تو......؟"

"واقعی یہاں کی مرطوب ہوا میری ذہن پر اچھا اثر نہیں ڈال رہی۔"

"ہم گھوڑا گاڑی کے ساتھ ساتھ پیدا ہی چل سکیں گے" باس! مرطوب اب وہ ہوا والی بات پر یاد آیا...... یہ ہوا گھوڑوں کی بھی نہیں چھوڑتی۔ یہ دوڑ نہیں سکتے۔"

جوزف کا خیال غلط نہیں نکلا تھا۔ سامان بار کر کے وہ دونوں ملازمین بھی گاڑی پر بیٹھ گئے تھے اور انہیں نے پیدا ہی گھوڑا گاڑی کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

"میں اس ہوا سے بڑا الجھن محسوس کر رہا ہوں۔" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"تم تو بیئر بھی نہیں پیتے، باس! ورنہ کس قدر سکون محسوس کرتے۔" جوزف نے ہنس کر کہا۔

"کیا ان چیزوں کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے، اس کا؟"

"کافی سے بھی کس قدر کام چلتا ہے۔ بلیک کافی خوب پیو۔"

"اور ربڑ کے گولے بھی حلق سے اتاروں۔ ربڑ کی بو سے بھی دماغ پراگندہ رہتا ہے۔"

"بدبوئیں تو تمھیں جگہ جگہ پریشان کریں گی، باس...... یا پھر استوائی خطے سے نکل

بھاگو۔''

گھوڑا گاڑی زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ ایک چار منزلہ عمارت کے سامنے رک گئی اور وہ دونوں اس پر سے سامان اتارنے لگے۔

''تم یہیں ٹھہرو۔'' عمران نے جوزف سے کہا۔ ''میں دیکھتا ہوں کہ ان کا قیام کس حصے میں ہے؟''

پھر وہ ان دونوں کے پیچھے چلا گیا تھا اور جوزف وہیں کھڑا رہا تھا۔ جوزف سوچنے لگا آخر کس طرح یہ سب کچھ ہوگا۔؟ ایسی بے سروسامانی کے عالم میں تو کبھی نہیں نکلے تھے۔ نہ جانے کیوں لفظ ''بے سروسامانی'' بری طرح اس پر مسلط ہو گیا تھا۔

دفعتہً وہ چونک پڑا۔ عقب سے کسی نے شاید اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ تیزی سے مڑا اور اسی لڑکی نگیلا کو مقابل دیکھ کر متحیر رہ گیا، جو کچھ دیر قبل عمران کے لیے کرنسی نوٹوں کی گڈیاں لائی تھی۔

''تم شاید مسٹر فنگا ہو؟''

''ہاں، لاؤ فنگا۔'' جوزف سر ہلا کر بولا۔ پاسپورٹ پر اس کا یہی نام درج تھا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''میرا باس سامنے والی عمارت میں گیا ہے۔ میں یہاں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔''

''میں نہیں سمجھا، مسی! تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''کچھ نہیں......کیا وہ جلد ہی واپس آئیں گے؟''

''اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مس!''

وہ کچھ نہ بولی۔ اور جوزف بھی خاموش ہی رہا۔

تھوڑی دیر بعد عمران کی واپسی ہوئی اور وہ، جوزف کے قریب اس لڑکی کو دیکھ کر پہلے تو ٹھٹکا پھر آگے بڑھتا چلا آیا۔

''ہیلو...!'' قریب پہنچ کر مسکرایا۔

''مسٹر ڈھمپ! عجیب اتفاق ہے۔''

''ہے تو......'' عمران، اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''یہاں اس عمارت میں تمھیں کیا کام تھا؟''

''اور میں، تم سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ تمھارا گزر ادھر سے کیوں ہوا ہے؟''

''میں تو کل سے یہیں ہوں، کچھ دیر کے لیے جگہ تبدیل کی تھی کیونکہ تمھارے پاس پہنچنا تھا۔''

''اور پھر یہیں آ گئیں۔''

''مسٹر ڈھمپ......''

''ہاں۔ مس نگیلا...''

''تم اس عمارت میں کس سے ملنے گئے تھے؟''

''کیا اس کا جواب دینا ضروری ہے؟''

''بے حد ضروری ہے، مسٹر ڈھمپ! قبل اس کے، کہ میری چیف تم سے جواب طلب کرے، مجھے ہی مطمئن کر دو۔''

''میں ایک لمبے اور دبلے پتلے آدمی کو دیکھنے گیا تھا۔''

''کیا تم اسے جانتے ہو؟''

''جانتا ہوں......لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ یہاں کیا کہلاتا ہے؟''

''کاررودستوا......''

''اور تم اسی کی نگرانی کر رہی ہو؟''

''بس، مسٹر ڈھمپ! تمھیں ہمارے چیف کے پاس جانا پڑے گا۔''

''میں ضرور چلا جاؤں گا۔''

اس نے بائیں جانب مڑ کر کسی کو کوئی اشارہ کیا تھا اور عمران سے بولی تھی۔ ''ادھر

جاؤ۔‘‘

عمران نے جوزف کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور اسی جانب چل پڑا۔

’’ادھر مسٹر......‘‘ کچھ دور چلنے کے بعد اس نے کسی کو کہتے سنا۔ ایک دراز قد آدمی نے سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی گاڑی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ گندمی رنگت والا خوش شکل اور وجیہہ آدمی تھا۔

دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے......اور اجنبی نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ خاصی تیز رفتاری سے گاڑی روانہ ہوئی تھی۔ دونوں خاموش تھے اور اجنبی نے بھی ان سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

کچھ دیر بعد گاڑی ایک عمارت کے سامنے رکی تھی۔ ان سے اترنے کو کہا گیا...اور وہ اجنبی کی رہنمائی میں اندر پہنچے۔

پھر وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچائے گئے۔ جہاں صرف ایک صحت مند اور خوش شکل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ تیس سال رہی ہوگی۔ اس نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور بے حد مترنم آواز میں بولی۔ ’’تمھارے ساتھی کی موجودگی غیر ضروری ہوگی۔‘‘

مخاطب عمران تھا۔ اس نے مڑ کر جوزف کی طرف دیکھا اور وہ چپ چاپ کمرے سے نکل گیا۔ خود عورت نے آگے بڑھ کر دروازے کو بولٹ کیا تھا۔

’’پلیز، سٹ ڈاؤن، مسٹر ڈھمپ!‘‘ وہ اپنی کرسی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

عمران، اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

’’تمھیں رقم مل گئی تھی، مسٹر ڈھمپ؟‘‘

’’مل گئی تھی۔ اس کے لیے بھی شکریہ!‘‘

’’ہمارے میکسیکن ایجنٹ کی ہدایت کے مطابق یہ رقم دی گئی ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘ عمران سر ہلا کر بولا۔

’’لیکن تمھیں، کارودستوا سے کیا سروکار؟‘‘

’’کیا یہ تمھارے لیے کسی پریشانی کا باعث ہے؟‘‘

’’یقیناً...... مسٹر ڈھمپ!‘‘

’’تو پھر مجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسا کیوں ہے؟‘‘

’’اس سے پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تمھارا کارودستوا سے کیا تعلق ہے؟‘‘

’’وہی جو ایک شکاری کا اپنے شکار سے ہوسکتا ہے۔‘‘

’’تو تم اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے ہو؟‘‘

’’یہی سمجھ لو۔‘‘

’’اور بدستور اس کا تعاقب کرتے رہو گے؟‘‘

’’لازمی امر ہے۔‘‘

’’لیکن تم اس کا تعاقب کیوں کر رہے ہو؟‘‘

’’ہمیں شبہ ہے کہ یہ ہمارے ملک کو منشیات کی غیر قانونی سپلائی کر رہا ہے۔‘‘

’’کیا تمھارے پاس اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت ہے۔‘‘

’’ثبوت کی فراہمی ہی کے لیے میں اس کا تعاقب کر رہا ہوں۔ ابھی حال ہی میں اس نے میری ملک کا ایک خفیہ دورہ کیا تھا۔‘‘

’’کیا ابھی تک تمھیں کوئی واضح ثبوت نہیں ملا؟‘‘

’’یہی بات ہے۔‘‘ عمران نے جواب دیا۔ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے واضح جواب سے اسے مایوسی ہوئی ہے۔

’’تمھارے ملک میں اس کی کیا حیثیت ہے؟‘‘

’’کوئی حیثیت ہوتی تو چوروں کی طرح دورہ کیوں کرتا؟‘‘

’’خیر، مسٹر ڈھمپ!‘‘ وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ’’تم اگر وہاں نہ ملتے، تب بھی ہمارے ملاقات ضرور ہوتی ہے۔ کیوں کہ ہمارے میکسیکن ایجنٹ نے بعد میں مطلع

IqbalCyberLibrary
All rights reserved.
©2002-2006

کیا تھا کہ تم بہت کام کے آدمی ہو۔ تمھیں سرکاری مہمان ہونا چاہیے۔ کل وہ یہاں پہنچ کر مجھ سے تفصیلی گفتگو کرے گا۔ لہٰذا مسٹر ڈھمپ! تھوڑی دیر بعد تمھارا سامان بھی ہوٹل سے آجائے گا اور تم دونوں اقیام اسی عمارت کی چوتھی منزل پر ہوگا۔''

عمران نے خاموشی سے سر ہلا کر اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا۔

''تمھیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔''

''ٹھیک ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ کارودنتوا، اس طرح ایک بار پھر میری نظروں سے اوجھل ہو جائے۔''

''بےفکر رہو۔ ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکے گا۔''

''تو تم نگیلا کی چیف ہو؟'' عمران نے پوچھا۔

''اور عیسی ٹرینی نام ہے۔'' وہ سر ہلا کر بولی۔

''بہت خوبصورت نام ہے۔''

''شکریہ، مسٹر ڈھمپ!''

* * *

دوسرے دن دوپہر سے قبل ہی میکسیکن سیکرٹ ایجنٹ وہاں پہنچ گیا تھا اور عمران سے اس کی ملاقات، میسی ٹرینی ہی کے آفس میں ہوئی تھی۔ شاید وہ اسے، عمران کے بارے میں سب کچھ بتا چکا تھا۔ اس لیے جیسے ہی عمران اس کے آفس میں پہنچا، وہ کرسی سے اٹھ کر اس کے استقبال کے لیے دروازہ تک آ گئی۔ بہت گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور بولی۔ ”میں تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ زیرو لینڈ کے اسپیشلسٹ مسٹر علی عمران سے اس طرح ملاقات ہوگی۔“

”میرا خیال ہے کہ کارو دستوا کی وجہ سے بات اتنی آگے بڑھ گئی۔“ عمران ہنس کر بولا۔

”نہیں، پیارے عمران، ایسا نہ کہو،“ میکسیکن ایجنٹ بولا۔ ”ہر حال میں یہی ہوتا۔ ہم بہت پرانے دوست ہیں۔“

”اسی دوستی اور باہمی اعتماد کی بنا پر ہی میں نے آخر کار تم سے رابطہ قائم کیا تھا۔“ عمران بولا۔

”اور، مسٹر عمران! تم نے اس معاملے میں بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب ہم سب مل کر دیکھیں گے کہ زیرو لینڈ والوں نے میرے ملک کو کس حد تک نقصان پہنچایا ہے۔“

”تو پھر میں بھی اس ملاقات کا یادگار ہی کیوں نہ بنا دوں۔“ عمران ہنس کر بولا۔

”ضرور، ضرور...... لیکن کس طرح، مسٹر عمران؟“ ٹریٹی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”اس کا تعلق کارو دستوا سے ہے...... کیا تم لوگ اس کا صرف اسی نام سے جانتے ہو؟“

”ہاں، مسٹر عمران! وہ پیرو کے شہر ایکویٹوز کا باشندہ ہے اور بہت بڑا ڈرگ ٹریفک

چلاتا ہے لیکن افسوس کہ ہم ابھی تک اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم نہیں کر سکے۔ ویسے اس کا شمار پیرو کے معززین میں ہوتا ہے کبھی حکومت میں شامل نہیں ہوا لیکن ہر حکومت پر اس کا اثر رہتا ہے۔‘‘

’’وہ صرف پیرو کا باشندہ نہیں ہے۔‘‘ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ’’بلکہ مختلف ناموں سے ساری دنیا کا باشندہ ہے۔‘‘

’’میں نہیں سمجھی......!‘‘

’’چینی انقلاب کے باغی سنگ ہی کا نام سنا ہے، کبھی؟‘‘

’’کیوں نہیں......وہ تو ایک بین الاقوامی بدمعاش ہے۔‘‘

’’کارودستو بھی اسی کا ایک نام ہے۔‘‘

’’نہیں......!‘‘ وہ بوکھلا کر اٹھ گئی۔ میکسیکن ایجنٹ کی بھی یہی کیفیت ہوئی تھی۔

پھر وہ انہیں وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے تیزی سے باہر نکل گئی اور میکسیکن ایجنٹ نے زوردار قہقہہ لگا کر کہا۔ ’’دیکھو، تم نے یہاں قدم رکھتے ہی ہمیں فائدہ پہنچانا شروع کر دیا۔ چیف ٹریزی کو میں یہی باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا......اب اگر سنگ ہی، اس کے ہاتھ آ گیا تو یہ لوگ تمہارا جلوس نکال دیں گے۔‘‘

’’میں سنگ ہی کا بھی اسپیشلسٹ ہوں۔‘‘

’’آخر اس کے ارادے کیا ہیں؟‘‘

’’وہ بھی زیرولینڈ کے مریخ کی تلاش میں ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ کچھ عرصہ پہلے وہ بھی زیرولینڈ کے بڑوں میں شامل تھا؟‘‘

’’نہیں، میں نہیں جانتا۔‘‘

’’پھر اس کی ٹی تھری بی سے ان بن ہو گئی اور وہ زیرولینڈ کا دشمن بن گیا۔‘‘

’’تم ہماری معلومات میں اضافہ کر رہے ہو، پیارے عمران!‘‘

’’تمہاری چیف کہاں غائب ہو گئی؟‘‘

Iqbal Cyber Library
All rights reserved.

''اور اب یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کتنی دیر تک غائب رہے گی۔ غضب کی عورت ہے وہ......''

''مائیکل! یہ تو بتاؤ، کیا میرے ساتھ تعاون کرتے وقت تم نے یہ سوچ لیا تھا کہ تمھاری حکومت میری پذیرائی کرے گی؟'' عمران نے اس سے پوچھا۔

''دیکھو، پیارے عمران! یہ ایک لمبا چکر ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم لوگ دنیا میں ہونے والے واقعات کی طرف سے اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں۔ جب ہماری حکومت کو علم ہوا کہ اس مریخی کاروباری میں خود برازیل کو ملوث کیا جا رہا ہے تو اسے تشویش ہوئی۔ مجھے اطلاع ملی کہ چار بڑی ملکوں کے نمائندوں کے علاوہ تم بھی انہیں کے ساتھ مریخ کی سیر کر چکے ہو تو میں نے اپنی حکومت سے رابطہ قائم کیا۔ کچھ دنوں پہلے ایک جرمن پینٹنگ کے سلسلے میں بھی تمھارا نام سنا گیا تھا۔ میری حکومت نے مجھے اس پر مامور کیا تھا کہ تم سے رابطہ قائم کروں... لیکن میری خوش قسمتی کہ تم نے خود ہی مجھ سے اس سلسلے میں مدد طلب کر لی۔ اس طرح ساری کڑیاں آپس میں ملتی چلی گئیں۔ اور تم اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہو...... اور پھر تم نے تو آتے ہی اپنا رنگ بھی خود ہی جما لیا۔ میرا مطلب ہے یہ سنگ ہی والا معاملہ...... پتا نہیں وہ کتنے عرصے سے ماناؤز کو اپنا اڈہ بنائے ہوئے تھا۔ لیکن ہم اس کا اس لیے کچھ نہ بگاڑ سکے کہ وہ کارو دستوا کی حیثیت سے یہاں بھی ایک معزز تاجر سمجھا جاتا تھا اور ہم اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم نہیں کر سکے تھے۔ لیکن اب...... اب تو وہ ساری دنیا میں گردن زدنی قرار پایا ہوا ایک بہت بڑا مجرم ہے۔ اب دیکھنا کہ کس طرح ہماری حکومت تمھیں ہاتھوں ہاتھ لیتی ہے۔''

''یہ میسی ٹرینی کب آئے گی؟'' عمران نے پوچھا۔

''اب اس کی مصروفیت کا کیا پوچھنا۔ اگر سنگ ہی ہاتھ لگ گیا تو وہ برازیل کی بہت بڑی شخصیت بن جائے گی۔''

”تو پھر میں کیوں نہ اوپر جا کر آرام کروں؟“

”ضرور...... ضرور...... واپس آ کر وہ خود ہی تم سے مل لے گی۔“

”اور اب تم کہاں جاؤ گے؟“

”واپس میکسیکو سٹی۔“

”تو تم حقیقتاً برازیل ہی کے باشندے ہو؟“

”میکسیکو کا شہری بھی ہوں۔“ وہ بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

دونوں نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور پھر مائیکل بولا۔ میسی ٹرینی تمھاری خبر گیری کرے گی۔ تمھیں بھی اچھی لگی یا نہیں؟ محکمے دلکش ترین عورت ہے۔“

”مجھے کیا...... میری شکل دیکھ ہی رہے ہو۔“

”کیا تم سمجھتے ہو کہ ہمارے پاس تمھارا فائل نہیں ہے اور اس میں تمھاری متعدد تصویریں نہیں ہیں......؟ اچھا خدا حافظ!“

جوزف حیرت سے منہ پھاڑے، یہ نئی کہانی سن رہا تھا۔ عمران کے خاموش ہوتے ہی ہنس کر بولا۔ ”میں تو پہلے ہی سمجھتا تھا کہ میں اول درجے کا گھامڑ ہوں۔ بھلا باس نے کسی مضبوطی کے بغیر جیسا کوئی قدم اٹھایا ہوگا۔“

”نہیں، یہ محض اتفاق ہے۔ میں نے تو مائیکل سے صرف اتنی مدد مانگی تھی کہ وہ میرے لیے، برازیل میں داخل ہونے اور کچھ رقم کا انتظام کردے۔“

”آسمان والا تم پر ہمیشہ مہربان رہا ہے، باس!“

”ہاں، مجھے اس کا اعتراف ہے۔ وہ میری دشواریاں اس طرح رفع کرتا ہے۔“

”تم صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہو۔ اسی لیے وہ بھی تمھاری مدد کرتا ہے۔“

”ہاں، اس کے لیے ایمان شرط ہے۔“

”اب دیکھو، کیا بات بنتی ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ خود یہاں کی حکومت کوئی مہم ترتیب دے رہی ہے۔“

IqbalCyberLibrary

''اگر ایسا ہوا تو بہت اچھا ہوگا۔''

قریباً چار گھنٹے بعد کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔ جوزف نے اٹھ کر بولٹ سرکایا اور دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گیا۔ کیونکہ دستک دینے والی چیف ٹرینی تھی۔

اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ عمران نے اٹھ کر اسے کرسی پیش کی۔

''وہ نکل گیا، مسٹر عمران!'' اس نے اطلاع دی۔

''پھر آئے گا...... لیکن اسی صورت میں، اگر آپ نے اس کی اصلی شناخت اپنی ہی ذات تک محدود رکھتی ہوگی۔''

''صرف اپنی ہی ذات تک کیسے محدود رکھ سکتی تھی۔ مسٹر عمران...... اوپر والوں کے علم میں لائے بغیر کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی۔''

''بس تو پھر اب وہ تمھارے ہاتھ نہیں آئے گا۔''

''کیوں، مسٹر عمران؟''

''بہت اوپر والوں سے اس کی دوستی ہوتی ہے۔ انہوں نے اسے آگاہ کر دیا ہوگا۔ لہٰذا اب وہ کارودستوا کی حیثیت سے کبھی یہاں نہیں آئے گا۔ اسے پکڑ لینے کے بعد ہی اس کی اصلیت ظاہر کرنی چاہیے تھے۔ اب یہ بتاؤ، کیا تم نے اوپر والوں کو بھی بتا دیا تھا کہ کس ذریعے سے تمھیں اس کا علم ہوا تھا؟''

''نہیں، مسٹر عمران......!''

''یہ بہت اچھا ہوا...... ورنہ میں دشواری میں پڑ جاتا۔''

''تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں لیکن تم اب اس میک اپ کو ختم کردو۔ ویسے واقعی تم میک اپ کے ماہر ہو۔ آخر جلد کی رنگت کیسے بدل گی؟''

''یہ ایک الگ فن ہے، چیف ٹرینی!''

''میری خواہش ہے کہ میں اس فن کو اپناؤں۔''

''مجھ سے جو مدد ہو سکے گی ضرور کروں گا۔ فی الحال، کام کی بات کرو۔''

''فی الحال، تو میں کارو ستو امیں الجھی ہوئی ہوں۔''

''پھر مجھے کس سے ملنا ہو گا؟''

''مجھ سے......'' وہ بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔ ''لیکن مجھ سے اسی وقت مل سکو گے، جب یہ میک اپ ختم کر دو۔''

''میک اپ ختم کر دینے میں یہ قباحت ہے کہ یہاں بہت سے جان پہچان والے مل جائیں گے اور پھر میرا کہیں پتا نہ ہو گا۔''

''ایک بار اپنی اصل شکل دکھا کر پھر کوئی دوسرا خوبصورت سا میک اپ کر لینا......ورنہ میں تمھیں کہاں لیے پھروں گی۔''

''لیکن میرے ساتھی پر کوئی خوبصورت سا میک اپ نہیں ہو سکے گا کیونکہ وہ حقیقتاً نیگرو ہے۔''

''اسے نیگرو ہی رہنے دو۔''

''لیکن میرا پاسپورٹ......''

''تم اب ہمارے ذمہ داری ہو، مسٹر عمران! اس لیے کسی بات کی بھی پرواہ نہ کرو!''

''اچھی بات ہے۔'' عمران نے کہا اور باتھ روم کی راہ لی۔

''میں تمھارے باس کی تصویر دیکھ چکی ہوں۔ بہت معصوم لگتا ہے۔'' ٹرینی نے جوزف سے کہا۔

''وہ حقیقتاً معصوم ہے، مسی......اس صدی میں تو ایسا کوئی دوسرا آدمی میری نظر سے نہیں گزرا۔''

''میں نہیں سمجھی......؟''

''بے شمار لڑکیاں اس پر جان دیتی ہیں لیکن وہ کسی کی طرف بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا ۔''

"خوب...... خوب۔" وہ ہنس کر بولی۔ "تم اسے معصومیت کہتے ہو۔ معصومیت سے میری مراد تھی کہ صورت سے بالکل بیوقوف لگتا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ کیونکہ یہ برازیل ہے۔" جوزف برا سا منہ بنا کر بولا اور وہ ہنس پڑی۔

"برا مان گئے۔"

"نہیں تو...... میں نے کہا تھا ممکن ہے برازیل میں معصوم نہیں کہتے ہوں۔ میرے لیے اجنبی ملک ہے۔"

"تم اس کے لیے کیا کرتے ہو؟"

"میں اس کے لیے صرف پریشان رہتا ہوں۔ کیونکہ وہ بہت بے جگر آدمی ہے۔ ہر معاملے میں اپنی ٹانگ اڑا دیتا ہے، خواہ وہاں اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔"

"تمھارا اشارہ شاید اس معاملے کی طرف ہے؟"

اور شاید میں غلط بھی نہیں کہہ رہا۔ ہمیں کیا...... بڑی طاقتیں جانیں...... ہم پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا ہے؟"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ یہ تنظیم ساری دنیا کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔"

"نہیں، دنیا کے لیے سب سے بڑا خطرہ وہ طاقتیں ہیں جو بظاہر امن کے ڈھول پیٹتی ہیں لیکن اپنی حرکتوں سے امن دشمنی کا ثبوت دیتی ہیں۔ جنہوں نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے ایشیا اور افریقہ کو جہنم بنا رکھا ہے۔"

"میں اس مسئلے پر تم سے متفق ہوں۔ ایشیا اور افریقہ ہی نہیں بلکہ جنوبی افریکہ بھی ان کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہوتا رہتا ہے اور یقین کرو، زیرولینڈ کی تنظیم بھی اس معاملے میں ان سے پیچھے نہیں ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ پھر بھی میرے باس کو ان معاملات سے الگ ہی رہنا چاہیئے تھا۔"

"وہ اس کے لیے کوئی جواز رکھتا ہوگا۔"

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved

"خدا جانے... لیکن میں اسکی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ آگ کے سمندر میں بھی چھلانگ لگانے کو تیار ہوں، یہ پوچھے بغیر کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔"

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ عمران اپنی تمام تر حمایت مآبیوں سمیت اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور وہ اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "بالکل وہی۔"

"کیا مطلب......؟"

"کک......کچھ نہیں۔" وہ ہکلا کر رہ گئی۔

"اب بتاؤ... کیا پروگرام ہے؟"

"تمھیں، ہمارے ایک جنرل سے ملنا ہوگا۔"

"کب ملنا ہوگا؟"

"آج شام کو......میں تمھیں لے چلوں گی۔"

"کیا مجھے اسی طرح چلنا پڑے گا؟"

"نہیں......میں جس قسم کی موچھیں ڈیزائن کروں گی، ویسی ہی لگا لینا۔"

"صرف مونچھیں......؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، صرف مونچھیں۔"

"اس طرح تو پہچان لیا جاؤں گا۔"

"تمھارے جسم پر ہماری فوج کے جنرل کی وردی ہوگی۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔"

"تھوڑی بہت پرتگال بھی بول سکو تو کیا کہنا۔"

پرتگالی، مجھے نہیں آتی......البتہ آپنی......"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں، تم انگلش ہی چلانا، لیکن اتنی اچھی نہیں......بس معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی غیر امریکی انگلش بول رہا ہے۔"

"تمھارا مطلب ہے کہ اہل زبان کی طرح نہیں بولوں گا۔"

“ہاں، میں ہی کہنا چاہتی تھی۔”

“ہو جائے گا، کوئی ایسی خاص بات نہیں...... خیر تو مونچھیں ڈیزائن کر دو۔”

“وردی اور مونچھیں ساتھ لاؤں گی۔”

“اس کے چلے جانے کے بعد بھی جوزف گم سم بیٹھا رہا۔ عمران، اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتہً اس نے پوچھا۔ ”کیا تجھے کالی پہاڑوں کی چڑیلیں یاد آ رہی ہیں؟“

“باس، خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔ میں یونہی بہت پریشان ہوں۔”

“پریشانیوں کا سبب......؟”

“یہ عورت، باس!”

“کوئی بات نہیں۔ عورتیں ہمیشہ تیری پریشانیوں کا سبب رہی ہیں۔”

“تم سمجھتے کیوں نہیں، باس؟”

“کیا سمجھوں......؟ اچھا تو ہی سمجھا دے۔”

“کیا سمجھاؤں......؟ تم تو بس بچے ہی بن کر رہ جاتے ہو۔ یہ عورت، تمھیں اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے کھا جانا چاہتی ہو۔”

“کچا......!” عمران حیرات ظاہر کی۔

“میں کچھ نہیں جانتا، تم خود دیکھ لو گے۔” جوزف بیزاری سے بولا۔

“تم نے سنا نہیں کہ میں برازیلین فوج کا جنرل بننے جا رہا ہوں۔”

“اور اس کے بعد میرا کیا ہو گا؟”

“فکر نہ کرو، سب ٹھیک ہی ہو گا۔ اب تو فی الحال یہ دیکھنا ہو گا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔”

ان کے لیے دوپہر کا کھانا مِسی ٹرینی کی طرف سے بھجوایا گیا تھا۔ دونوں نے کھایا اور کچھ دیر بعد عمران نے کہا۔ “یہ مجھے نیند کیوں آ رہی ہے؟”

''استوائی خطوں میں یہی ہوتا ہے، باس!'' جوزف نے کہا اور منہ پھیلا کر جماہی لی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''قیلولہ ضروری ہوتا ہے، یہاں۔''

''میں لغویت میں کبھی مبتلا نہیں ہوا۔''

''آب و ہوا، باس...... پیٹ بھرتے ہی معدہ دماغ پر حملہ آور ہوتا ہے۔ میں تو چلا سونے، باس!'' جوزف نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا...... اور عمران آرام کرسی ہی پر پڑے پڑے سو گیا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو آرم کرسی جھولا جھول رہی تھی...... آرام کرسی...... جھولا...... وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ پورا کمرہ جھولا جھول رہا تھا اور پھر تو اس کی کھوپڑی بھی جھولا جھولنے لگی تھی۔

یہ کسی بحری جہاز کا کیبن تھا۔ لیکن جوزف کہاں ہے......؟ اس کی وہ ساری باتیں اچانک یاد آ گئیں جو اس نے چیف میسی ٹرینی سے متعلق کہی تھیں۔

گہرے نیلے رنگ کا بلب کیبن میں روشن تھا۔ اس نے اٹھ کر سوئچ بورڈ تلاش کیا اور تیز روشنی کا سوئچ آن کر دیا۔ کیبن شاندار تھا۔ بستر بھی شاندار تھا۔ ایک جانب میز پر کچھ کپڑے تہ کیے رکھے تھے، جن کے اوپر سیاہ رنگ کی مصنوعی مونچھیں بھی رکھی ہوئی تھیں، ایک طرف اس کا ذاتی سامان بڑے قرینے سے لگا دیا گیا تھا۔ اس نے طویل سانس لی اور آئینے پر نظر ڈال کر منہ چلانے لگا۔ اس وقت سچ مچ خود کو اول درجے کا بیوقوف محسوس کر رہا تھا۔ پھر اس میز کی طرف بڑھا، جس پر کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ان کی تہیں کھول دیں۔

یہ میجر جنرل کی وردی تھی جس پر نشانات بھی موجود تھے۔ اور پھر اچانک ان ہی تہوں کے درمیان سے ایک فوٹوگراف سرک کر فرش پر جا پڑا۔

کیمرہ فوٹو تھا جسے دیکھ کر عمران ششدر رہ گیا۔ سیاہ مونچھوں میں یہ اس کی اپنی تصویر تھی۔ چہرے پر صرف مونچھوں کا اضافہ ہوا تھا۔ ورنہ من و عن وہ خود ہی تھا۔ وہ

سوچنے لگا۔ کہ اس نے کبھی کسی میک اپ میں اپنی کوئی تصویر نہیں بنوائی تھی۔ تو پھر یہ تصور...... اسے الٹ کر دیکھا تو یہ تحریر نظر آئی!۔

''میجر جنرل ایگویرا...... پیدائش، ماناؤز...... والدین اطالوی تھے۔''

وہ سوچنے لگا تھا کہ اس مختصر سے نوٹ کی کیا غرض و غایت ہو سکتی ہے کیا یہ محض اس لیے تحریر کی گئی ہیکہ وہ انگلش بولنے کے سلسلے میں اطالوی کا سا انداز اختیار کرے۔ تو پھر اب اسے کیا کرنا چاہیئے؟

اس نے بریف کیس سے اپنا میک اپ کا سامان نکالا اور ان موچھوں کو ناک کے نیچے جمانے لگا...... اور اس سے فرصت پا کر جنرل کی وردی بھی پہن لی۔ اب شاید ہی کوئی کہہ سکتا۔

کہ یہ تصور اسی کی نہیں ہے۔

''جنرل ایگویرا......'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ اور آئینے کو آنکھ مار کر دروازے کی طرف چل پڑا لیکن پھر رک گیا۔ عقلمندی کا تقاضا یہی تھا کہ پہلے حالات کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتا۔ اسی اثنا میں سوئچ بورڈ پر کال بیل کے پش بٹن پر نظر پڑی اور اس نے سوچا کہ پہلے اسے ہی آزمایا جائے۔ اس نے پے درپے اس پر تین بار دباؤ ڈالا۔ ذرا ہی دیر بعد کسی نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

''اندر آجاؤ۔'' عمران نے اونچی آواز میں کہا اور میسی ٹرینی کیپٹن کی وردی میں اندر داخل ہوئی۔ اس نے باقاعدہ طور پر عمران کو سیلوٹ کیا تھا۔

''ہاں...... اچھا تم ہو۔'' عمران نے اطالویوں کے سے انداز میں انگریزی ہانکنے کی کوشش کی۔

''بہت خوب......'' وہ ہنس کر بولی۔ ''تمھاری ذہانت سے مجھے یہی امید تھی۔''

''لیکن یہ خواب کتنا سہانا ہے۔'' عمران آنکھیں بند کر کے مسکرایا۔

''خواب...... کیا مطلب؟''

''شاید میں کھانا کھا کر سو گیا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک تو جاگا نہیں۔''

ٹرینی نے ایک بار پھر زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ ''مجھے بیحد افسوس ہے۔ میرے دوست! لیکن جنرل کی یہی اسکیم تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ تمھیں بے حد رازداری کے ساتھ اسٹیمر تک پہنچایا جائے۔ تمھیں اس عمارت سے ایک ہسپتال کے عملے نے اس اسٹیمر تک پہنچایا تھا...... جب تمھیں پوری بات معلوم ہوگی تو تمھارا غصہ فرو ہو جائے گا۔''

''غصہ......'' عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ ''میری سب سے بڑی بدبختی تو یہی ہے کہ مجھے غصہ نہیں آتا۔ لاوافنگا کہاں ہے؟''

''اب لاوفنگا کیوں کہہ رہے ہو؟ وہ بدستور جوزف مگونڈا ہے اور مطمئن رہو کہ وہ بھی اسی اسٹیمر پر موجود ہے لیکن اس کے جسم پر جہاز کے عملے کی وردی ہے۔''

''تم کھڑی کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ، اپنے جنرل کی اجازت سے......اور ظاہر ہے کہ اب تم مجھ سے وہ مجبوری بھی بیان کرو گی، جس کی بنا پر مجھے اس طرح یہاں لایا گیا۔''

''ضرور......لیکن اس سے پہلے میں چاہتی ہوں کہ تم کھا پی لو۔''

''اس کے بعد شاید سمندر میں پھنکوا دو گی۔''

''ہرگز نہیں، جنرل...تم تو اس وقت میری آنکھوں کا تارا ہو۔''

''اللہ رحم کرے۔'' عمران اردو میں گڑگڑایا۔

''کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں، اپنی زبان میں اظہار مسرت کر گیا تھا، عادتاً۔''

''اس عادت پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ ورنہ کسی موقع پر دشواری میں پڑ جاؤ گے۔''

''اب احتیاط رکھوں گا۔''

''ٹھہرو! میں ابھی آئی۔ کافی اور سینڈوچز کے لیے کہہ دوں۔ یا تم جو کچھ پسند کرو۔''

''کافی...اور صرف دو عدد ابلے ہوئے انڈے۔''

All rights reserved.

وہ چلی گئی اور عمران ٹھنڈی سانس لے کر چھت کر طرف دیکھنے لگا۔ چیف ٹرینی نے واپسی میں دیر نہیں لگائی تھی۔

”اور اب میں تمھیں بتاؤں گی کہ کن دشواریوں کی بنا پر ہم ایسا کرنے پر مجبور تھے۔ جنرل ایگویرا اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے لیکن یہ بات چھپائی گئی ہے ابھی تک اس کا اعلان نہیں کیا گیا کہ وہ پاگل خانے میں ہے۔ لیکن اس مہم کے لیے وہ بے حد ضروری تھا۔“

کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اور وہ خاموش ہو کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ پھر خود اسی نے دروازہ کھولا تھا۔ جوزف کافی کی ٹرے اٹھائے ہوئے کیبن میں داخل ہوا۔ وہ اب بھی لاوا افنگا ہی کے میک اپ میں تھا۔

ٹرے میز پر رکھ کر وہ ایک طرف مؤدب کھڑا ہو گیا۔

”کیا حال ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”خدا کا شکر ہے، باس!“

”باس نہیں، جنرل......“ ٹرینی نے کہا۔

”جنرل...“ جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”بس، اب جاؤ۔ تم مطمئن ہو گئے ہو گے۔“ ٹرینی ہاتھ ہلا کر بولی۔ اور وزف چپ چاپ باہر چلا گیا۔ پھر ٹرینی عمران کے لیے کافی انڈیلنے لگی تھی۔

”اپنی بات بھی جاری رکھو۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں، تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ جنرل ایگویرا اس مہم کے لیے بے حد ضروری ہے۔ دراصل یہ ایک پرانا نام ہے۔ جنرل ایگویرا، اس ایگویرا کے سلسلے کا آخری فرد ہے جس نے سوہویں صدی میں وادی آمیزن کا سفر کیا تھا اور غلاموں کی تجارت کرنے والے اسپینیوں کا قلع قمع کر کے وادی میں بسنے والے قبائل کے دل جیت لیے تھے۔ وہ ان کے درمیان دیوتاؤں کی طرح پوجا جاتا تھا۔ پھر اس کے سلسلے کے ہر فرد

کو بھی وقعت حاصل ہوتی چلی آئی۔ اس کا ایک مخصوص جھنڈا تھا جو آج کے اگویرا کا بھی امتیازی نشان ہے۔ جنگل میں بسنے والا ہر قبیلہ آج بھی اس نشان کو پہچانتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نشان اب بھی ان کے پاس محفوظ ہے۔ وہ آج بھی اس کی پوجا کرتے ہیں۔ لہٰذا تم اب خود کو دیوتاؤں کی اولاد سمجھو۔ تمھاری وجہ سے ہم ان خطوں سے بھی گزر جائیں گے جہاں مہذب دنیا کا کوئی فرد قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔''

''کیا سارے قبائل کے ذمے دار افراد، موجودہ اگویرا کو پہچانتے ہیں؟'' عمران نے پوچھا

''ہاں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی کبھی ان کے درمیان پہنچتا رہتا تھا۔''

''لیکن مجھے تو ان قبائل کی زبان نہیں آتی۔''

''اسے کب آتی ہے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ تین چار ترجمان ضرور رہتے تھے۔ سو اس وقت تمھارے لیے بھی موجود ہیں۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔''

''کیا تمھیں علم ہے کہ تمھیں کہاں جانا ہے؟''

''میرا خیال ہے کہ میں جانتی ہوں۔ اس دوران میں بڑی طاقتوں نے اس جگہ کے تعین کے لیے اتنا لٹریچر فراہم کر دیا ہے کہ کم از کم ہم برازیلی تو سمجھ ہی گئے ہیں کہ ہمیں اس پراسرار جگہ تک پہنچنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔''

''اور تمھیں اس حقیقت سے بھی انکار نہ ہونا چاہیے کہ زیرولینڈ تنظیم نے جن جن ممالک میں اپنے یونٹ قائم کر رکھے ہیں، وہاں کی حکومت میں بھی اس کے لوگ پائے جاتے ہیں۔''

''ہاں، میں سمجھتی ہوں۔''

''تو پھر اس سلسلے میں جو احتیاطی تدابیر اختیار کی ہیں، ان پر بھی روشنی ڈالو۔''

وہ خاموش ہو کر عمران کی شکل دیکھنے لگی۔

All rights reserved. ©2002-2006

"تم بھی کافی پیو۔" عمران مسکرا کر بولا۔

وہ پر تفکر انداز میں اپنے لیے کافی انڈیلنے لگی۔

"ایک انڈا بھی کھاؤ۔" عمران نے مزید مشورہ دیا۔ میسی ٹرینی کے چہرے پر ہنس مکھ ہونے کی جو چھاپ لگی ہوئی تھی، اس کا اب دور دور تک پتا نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا، جیسے یک بیک اس پر انواع واقسام کے تفکرات نے یلغار کر دی ہو۔ خالی خالی آنکھوں سے عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔ آخر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی......"

"اور اس کی یقین دہانی نہیں کرا سکتیں کہ زیرو لینڈ کے ایجنٹ بھی جنرل ایگویرا کی موجودہ حالت سے واقف نہ ہوں گے؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "ہم نے اس مسئلے پر غور نہیں کیا تھا۔"

عمران ایک زوردار قہقہہ لگا کر بولا۔ تو اس قدر فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟"

"نہیں، اس پر غور کیے بغیر کوئی قدم اٹھانا مناسب نہ ہوگا۔"

"کیا تمھارے کسی آفیسر نے بھی اس کی طرف دھیان نہیں دلایا تھا؟"

"ہرگز نہیں، یہ اس جنرل کے سوچنے کی بات تھی، جس نے مہم ترتیب دی ہے۔"

"تو پھر اب صبر کرو۔" عمران نے کہا۔

"یہی مناسب بھی ہے۔" دفعتہً تیسری آواز کیبن میں گونجی......اور وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ عمران کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی......اور میسی ٹرینی کر سراسیمگی کا کیا پوچھنا......لیکن پھر وہ فوراً سنبھل کر بولی۔ "یہ کون بدتمیز مداخلت رہے؟"

"مداخلت کار تو تم لوگ ہو، جو دوسرے کو سکون سے نہیں رہنے دیتے۔ مسٹر عمران بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے کہ ہم جہاں بھی ہوتے ہیں، وہاں کی باطنی حکومت ہمارے

ہی قبضے میں ہوتی ہے۔ مسٹر عمران ہمارے متعلق جو کچھ بھی کہتے ہیں، بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ زیرو لینڈ کے اسپیشلسٹ ہیں۔“

”تم کون ہو، سامنے آؤ؟“

”بکواس بند کرو اور خود کو ہمارا قیدی سمجھو۔ اب اس اسٹیمر پر تمھاری کوئی نہیں سنے گا۔ اس لیے عقلمندی کا تقاضہ یہی ہونا چاہیئے کہ جس طرح اب تک رہے ہو، اس میں کوئی فرق نہ آنے دو۔ یہ اسٹیمر تمھیں مریخ پر لے جائے گا...... اور تم نے دیکھا، مسٹر عمران! کہ کتنی آسانی سے دوبارہ ہمارے ہاتھ آ گئے۔ اپنے ملک ہی میں تم زیادہ محفوظ تھے، جب تک چاہتے، چھپے رہتے۔“

”واہ...... یہ کیا بات ہوئی؟ اور یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں تمھاری وجہ سے چھپا ہوا تھا۔ میرا تو مشن یہی ہے کہ تمھارے مریخ پر کسی بڑی طاقت کا قبضہ نہ ہونے پائے۔ ورنہ مجھے ان سے تعاون کر لینے سے کوئی روک سکتا تھا؟“

”تم یہ بھی ٹھیک کہہ رہے ہو، مسٹر عمران! لیکن تم اپنے طور پر اسے تباہ کرنا چاہتے ہو۔“

”میں فرد واحد بھلا کس شمار و قطار میں ہوں۔ ذاتی طور پر میری حیثیت ہی کیا ہے؟“

”یہ تو میں تمھیں جانتا، مسٹر عمران... لیکن تم......“

”ہاں، ہاں...... جملہ پورا کرو۔“ عمران نے کہا۔

”تم فرد واحد ہو، جس کے لیے ہماری تنظیم نے سزائے موت تجویز کی ہے۔ ورنہ ہم اپنے دشمنوں کو مار ڈالنے کی قائل نہیں ہیں۔ ہم انہیں پکڑ کر ان سے کام لیتے ہیں۔“

”مجھے علم ہے...... اور ہو سکتا ہے تم اس بار مجھے پھانسی پر لٹکا ہی دو۔“

”یہ تو وقت آنے پر معلوم ہو گا۔“

اس کے بعد پھر وہ آواز سنائی نہیں دی تھی۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے تھے۔

”یہ کیا ہو گیا۔ مسٹر عمران؟“ ٹرنی کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”میرے

ساتھ ستائیس عدد ماہرین بھی ہیں۔“

”سب زیرو لینڈ کے کام آئیں گے“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ ”اور صرف مجھے گولی ماردی جائے گی۔“

”کیا یہ حقیقت ہے؟“

”تم سن ہی چکی ہو۔ تنظیم نے پہلی بار کسی دشمن ک لیے سزائے موت تجویز کی ہے۔“

”تب تو بہت برا ہوا۔ یعنی کہ تم خود ہی ان کے جال میں آ پھنسے ہو۔“

”وہ تو ہونا ہی تھا...... اپنے ملک میں مر چکا ہوں۔ لہذا زندگی کا ثبوت دینے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا۔“

”مجھے بے حد افسوس ہے، مسٹر عمران!“

”یقین کرو، میں صرف تمھارے لیے فکر مند ہوں۔ ایسی شدید محنت لیتے ہیں، اپنے قیدیوں سے کہ آنکھیں نکل پڑتی ہیں اور اس سلسلے میں یہ نہیں دیکھتے کہ عورت ہے یا مرد۔“

”دیکھا جائے گا۔“ وہ سر جھٹک کر بولی۔ ”میں خود کو عورت سمجھتی ہی نہیں۔ میں تو کہتی ہوں، اسے تلاش کیا جائے جس کی آواز ابھی ہم نے سنی تھی۔“

”خام خیالی ہے، میسی ٹرینی!“ وہی آواز پھر آئی۔ ”اس وقت اسٹیمر پر صرف تمہی تین افراد ہو۔ تمھارے وہ ماہرین اس اسٹیمر تک پہنچ ہی نہیں سکے، جن کا حوالہ تم نے کچھ دیر پہلے دیا تھا۔“

”پھر وہ کہاں ہیں؟“ ٹرینی نے بہت دنگ ہو کر پوچھا۔

”وہ دوسرے اسٹیمر پر ہیں لیکن جب انہیں معلوم ہوگا کہ تم اس اسٹیمر پر موجود نہیں ہو تو واپس چلے جائیں گے۔“

”اب تم نے دیکھ لیا کہ یہ لوگ کس حد تک تمھاری حکومت پر چھائے ہوئے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

اس کی اس بات پر نامعلوم آدمی نے رائے زنی نہیں کی تھی۔

''ہاں، میں نے دیکھ لیا۔ وہ طویل سانس لے کر بولی۔

''بس، اب تم بھی آرام کرو۔''

''آخر تم اتنے مطمئن کیوں نظر آ رہے ہو؟''

''میرا نظریۂ حیات یہ ہے کہ جب مرنا ہوگا، مر جاؤں گا۔ پہلے سے۔ بور ہوتے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ نہ اپنی کوشش سے پیدا ہوا ہوں اور نہ اپنے ارادے سے مر سکوں گا۔ لہٰذا عیش کرو...... کیا سمجھیں؟''

''تم واقعی عجیب آدمی ہو''

''متعدد بار ان کے چکر میں پڑ کر خراب خواہ ہوا ہوں لیکن زندہ ہوں ابھی تک۔ ایک بار اور سہی۔''

''اسے تو تم اپنا سفر آخرت ہی سمجھو، مسٹر عمران!'' آواز پھر آئی۔

''کیوں، خواہ مخواہ ٹائیں ٹائیں کر رہے ہو۔ ہماری باتوں میں دخل اندازی مت کرو۔''

*

”میں صرف یہ چاہتا ہو کہ تم لوگ کوئی غیر دانشمندانہ قدم اٹھاؤ۔“

”اور میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ میرا ساتھی جوزف مگونڈا کم از کم چھ بوتلوں کی اسامی ہے۔ اس کا خیال رکھنا۔“

”ہمیں علم ہے۔ تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔“

”مہمان نوازی کا بہت بہت شکریہ! لیکن اب ہماری باتوں میں دخل اندازی مت کرنا۔ ہم بچے نہیں ہیں۔“

اس کا جواب نہ ملا۔ میسی ٹرینی کی نظر اس لاؤڈ اسپیکر پر جمی ہوئی تھی، جس سے آواز آتی تھی۔

”ہاں، تو چیف ٹرینی، میں کیا کہہ رہا تھا......“

”مجھے یاد نہیں کہ تم کیا کہہ رہے تھے۔“ وہ جھنجھلا کر بولی۔

”اب مجھے غصہ بھی دکھاؤ گی۔ حالانکہ تمھاری ہی وجہ سے میں اس حال کو پہنچا ہوں۔

”کتنی بار شرمندگی ظاہر کروں...... میں خود بھی تو ماری گئی ہوں۔“

”اس لیے خوش و خرم رہنے کی کوشش کرو۔“ عمران نے کہا اور پھر اچانک چونک کر اسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے اس کے سر پر سینگ نکل آئے ہوں۔

”اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟“

”ذرا اٹھ کر دروازے کی طرف جاؤ...... اور پھر ادھر ہی واپس آؤ۔“

”کیا مطلب؟“

”پلیز، چیف ٹرینی! یہ بہت ضروری ہے، میری خاطر سے۔“

”عجیب آدمی ہو۔“ کہتی ہوئی وہ اٹھی اور دروازے کی طرف چل پڑی پھر دروازے پر رک کر اس کی طرف مڑی۔

”آؤ...... آؤ...... چلی آؤ۔ ٹھیک ہے۔ گڈ! اب بیٹھ جاؤ۔“

''آخر اس کا مطلب کیا ہے؟'' وہ پھر جھنجھلا گئی۔

''اس کا یہ مطلب ہے کہ تم، ٹی تھری بی نہیں ہو۔''

''اف فوہ! کیا اب تمہارا دماغ الٹ گیا ہے؟''

''نہیں، میں ٹی تھری بی کا بھی اسپیشلسٹ ہوں۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی اصلی شکل کیسی ہے۔ اپنے آدمیوں کے درمیان رہتی ہے لیکن کوئی اسے نہیں پہچان سکتا اور اسی لیے وہ آج تک ان پر حکومت کر رہی ہے لیکن میں اسے پہچان سکتا ہوں۔ خواہ وہ کسی روپ میں میرے سامنے آئے۔''

''اس کی وجہ......؟''

''کیا اب بھی وجہ سمجھ میں نہیں آئی جب کہ میں نے تمھیں حرکت میں لا کر دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ تم ٹی تھری بی نہیں ہو۔''

''میں سمجھ گئی، تم کیا کہنا چاہتے ہو...... بعض جسمانی حرکات ایسی ہوتی ہیں جن پر قابو پانا محال ہوتا ہے اور تم ایسی ہی کسی حرکت کی بنا پر اسے پہچان سکتے ہو۔''

''یہی بات ہے، چیف ٹرینی!''

''تب تو وہ واقعی تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اوہ، خدا کی پناہ!'' وہ یک بیک خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگی۔ پھر جیب سے قلم اور نوٹ بک نکال کر اس کے صفحے پر کچھ لکھا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

اس نے لکھا تھا ''آخر تمھیں ہو کیا گیا ہے؟ تم جانتے ہو کہ کوئی ہماری باتیں سن سن کر ان کے جوابات بھی دیتا رہا ہے۔ اس کے باوجود تم اتنے بے احتیاط ہو گئے۔ ایک بڑا راز ان پر ظاہر کر دیا۔ اب تو واقعی تمھاری خیر نہیں۔''

عمران تحریر پڑھ کر ہونقوں کی طرح ان کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اپنے دونوں کان مروڑ کر ایک ایک چانٹا دونوں گالوں پر لگایا۔ ٹرینی سے ہونٹ سکوڑ کر اظہارِ افسوس کر

نے کے سے انداز میں سر کو جنبش دی اور تھوڑی دیر تک دونوں گم سم بیٹھے ایک دوسرے کو گھورتے رہے تو پھر عمران نے زوردار قہقہہ لگا کر کہا۔ ''کافی کا ایک ایک کپ اور ہو جائے۔''

وہ متحیرانہ انداز میں اسے دیکھتی ہوئی اٹھی اور کیبن سے باہر نکل گئی۔

جوزف بے خبر سو رہا تھا کہ تیز قسم کی گھنٹی کی آواز نے اسے جگا دیا۔ اس کے جسم پر خلاصیوں کا لباس ضرور رہتا تھا لیکن اسے بھی رہنے کو الگ کیبن ملا تھا...... اور اسٹیمر پر یہ ان کی تیسری رات تھی۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ تین بج رہے تھے۔ گویا رات ابھی باقی تھی۔

دفعتہً مائیکروفون سے آواز آئی۔ ''مسٹر جوزف مگونڈا! اپنے سامان سمیت عرشے پر پہنچ جاؤ۔''

جوزف نے منہ پھیلا کر جماہی لی۔ پھر اٹھ کر واش بیسن تک آیا۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ دو چار کلیاں کیں اور کپ بورڈ سے بوتل اٹھا کر کارک نکالی اور بوتل کو منہ سے لگا لیا۔ شاید یہ یومیہ کوٹے کی آخری بوتل تھی۔ اس لیے تھوڑی سی پی کر اسے سفری تھیلے میں ڈال لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے کپڑے پہنے تھے اور سامان اٹھائے ہوئے عرشے پر آ گیا تھا۔

یہاں عمران ٹرینی بھی سامان سمیت موجود تھے۔ عمران جنرل ہی کی وردی میں تھا۔

''کیا بات ہے، جنرل؟'' جوزف نے پوچھا۔

''شاید ہم یہیں کہیں اتریں گے۔'' عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ہمیں کہاں اتار رہے ہیں؟'' ٹرینی بڑبڑائی......

''دیکھا جائے گا۔''

رسی کی سیڑھیوں کے ذریعے وہ ایک اسپیڈ بوٹ پر اترے تھے اور ان کا سامان بھی اتار دیا گیا تھا۔

پانچ مسلح آدمی کشتی پر پہلے ہی سے موجود تھے۔ میسی ٹرینی نے آہستہ سے عمران سے پوچھا۔ ''اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''فی الحال خاموش رہو۔'' عمران نے جواب دیا۔

کشتی پر موجود افراد پر جنرل کی وردی کا رعب نہیں پڑا تھا۔ ان میں سے چار کی اسٹین گنیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور پانچواں کشتی چلا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد آسمان پر ہلکی سی روشنی نظر آئی۔ غالباً صبح ہونے والی تھی۔ وہ خاموش بیٹھے رہے۔ کشتی کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ آخر عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ ''کیپٹن ٹرینی! کیا تم اونگھ رہی ہو؟''

''نہیں، جنرل! میں پوری طرح بیدار ہوں۔''

''تو پھر باتیں کرو...... یہ لوگ تو گونگے اور بہرے معلوم ہوتے ہیں۔''

''ہاں، میرا بھی یہی خیال ہے، جنرل!''

''تمھارا کیا خیال ہے، سارجنٹ لاوُوافنگا؟''

''اندھیرے میں مجھے کوئی خیال نظر نہیں آ رہا، جنرل سر!''

''ٹھیک ہے، اجالا پھیلنے دو۔'' عمران نے کہا۔

ان چاروں نے یہ گفتگو خاموشی سے سنی تھی۔ کسی کی طرف سے بھی کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اچھا خاصا اجالا پھیل گیا۔

اچانک کشتی کے کسی گوشے سے ایک چھٹا آدمی نمودار ہوا۔ یہ ایک طویل قامت اور گٹھیلے جسم والا ریڈ انڈین تھا۔ جسم پر صرف ایک لنگوٹی تھی اور ہاتھ میں کلہاڑی۔

کلہاڑی وحرکت دے کر اس نے کچھ کہنا شروع کر دیا۔ اس کا مخاطب عمران تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر مسلح آدمیوں میں سے ایک بڑے ادب سے بولا۔ ''یہ میرو وازی قبیلے کے سردار کا لڑکا ہے، جنرل! تمھارے استقبال کو آیا ہے اور اظہار مسرت کر رہا ہے کہ تم اس کی سرزمین پر قدم رکھو گے۔ وہ فخر سے کہہ رہا ہے کہ جہاں دیوتا

ایگویرا کی اولاد کے علاوہ مہذب دنیا کا اور کوئی فرد قدم نہیں رکھ سکتا۔ مگر وہ لوگ جو تمھارے ساتھی ہوں۔“

”میری طرف سے بھی اس کا شکریہ ادا کردو۔ مجھے بھی مسرت ہے کہ میں کچھ دیر بعد اپنے عقیدتمندوں میں ہوں گا۔“ عمران نے کہا۔

ترجمان نے کسی غیر مانوس زبان میں عمران کا مافی الضمیر اس پر واضح کر دیا۔ کشتی گھنے جنگلوں کے درمیان بہنے والے کسی دریا میں چل رہی تھی۔

عمران نے میسی ٹرینی کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ ادھر مسلح آدمیوں نے اب اپنی اسٹین گنیں کاندھوں سے لٹکا لی تھیں۔ قطعی یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھ ان کے قیدی ہیں اور اب وہ آپس میں گفتگو بھی کر رہے تھے۔

”یہ بھی تمھاری فوج ہی سے متعلق معلوم ہوتے ہیں۔“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کا کھیل ہے۔“ ٹرینی نے جواب دیا۔

”کھیل سے کیا مراد ہے؟“

”شاید یہ ہمیں اپنے کسی مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔“

”ہوسکتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”میں نہیں کہہ سکتی کہ اب ہمارا کیا حشر ہوگا۔“

”کیا تم اندازہ لگا سکتی ہو کہ اس وقت ہم کہاں ہیں؟“

”ایمزن ہی کا کوئی معاون دریا ہوسکتا ہے لیکن اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ہم کدھر جا رہے ہیں، اور سنو! یہ میرووازی قبیلے کا نام بھی میں نے آج ہی سنا ہے۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ جن لوگوں کے ہتھے ہم چڑھ گئے ہیں۔ ایک آدھ بالکل ہی نیا قبیلہ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ ان سے کچھ بعید نہیں ہے۔“

دریا کا پاٹ بتدریج کم ہوتا جا رہا تھا۔ اور جنگل دونوں جانب سے اس طرح ان پر

جھکا آرہا تھا کہ گھٹن کا احسان ہونے لگا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا۔ تپش بڑھتی جا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے جنگلوں سے بھیگی بھیگی سی آنچ نکل رہی ہو۔

اچانک ایک جگہ کشتی بائیں کنارے سے لگا دی گئی اور سب سے پہلے میرووازی قبیلے کا نوجوان خشکی پر اتر گیا۔ عمران کے قریب کھڑے ہوئے مسلح آدمی نے آہستہ سے کہا۔ ”جنرل! اپنا خاندانی پرچم نکال لو۔“

عمران نے میسی ٹرینی کی طرف دیکھا اور وہ جلدی سے بولی۔ ”تھیلا...... وہ زرد تھیلا کہاں ہے؟ میں نے جھنڈا اسی میں رکھا تھا۔“

”میں تو صرف اپنا سامان اٹھا کر کیبن سے نکل آیا تھا۔ تم نے مجھ سے ذکر نہیں کیا تھا کہ کوئی زرد تھیلا بھی مرے سامان میں شامل ہوگا۔“

”تو کیا جھنڈا موجود نہیں ہے؟“ مسلح آدمی آنکھیں نکال کر غرایا۔

”میں نہیں جانتا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ کس چکر میں پھنسنے جا رہا ہوں۔ ورنہ خود ہی ہر بات کا خیال رکھتا۔“

”اچھا...... اچھا...... کشتی سے اترو۔ کچھ اور سوچا جائے گا۔“

”میں اس وقت تک کشتی سے نہیں اتروں گا جب تک کہ مجھے سارے معاملات کا علم نہ ہو جائے۔“

* * *

''کیسے معاملات......؟''

''یہی کہ مجھے بحیثیت جنرل ایگویرا کس مقصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔''

''تم سودے بازی کی پوزیشن میں نہیں ہو۔''

''اس وہم میں نہ رہنا۔'' عمران اکڑ کر بولا۔ ''اس وقت تم پانچوں میرے رحم و کرم پر ہو۔''

''وہ کس طرح......؟''

''میں جنرل ایگویرا ہوں۔ ان کی زبان سے ناواقف ہوں تو کیا ہوا۔ میرے ایک اشارے پر تم پانچوں فنا کر دیئے جاؤ گے۔''

وہ کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ ''تم اصلی ایگویرا تو نہیں ہو۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں جو کوئی بھی ہوں ان قبائل کی ہسٹری کا ایک اچھا طلب علم بھی ہوں۔ ان کے مخصوص اشاروں سے واقف ہوں۔ ایسے اشارے اچھا طالب علم بھی ہوں۔ ان کے مخصوص اشاروں سے واقف ہوں۔ ایسے اشاروے جن میں پوری پوری تقریریں پنہاں ہوتی ہیں۔ جنگل میں سینکڑوں آنکھیں ہماری طرف نگراں ہیں۔ میں ایک اشارہ کروں گا اور زہریلے تیر تم پانچوں کو چھید کر رکھ دیں گے۔''

''آخر تم چاہتے کیا ہو؟''

''مجھے اس کا علم ہونا چاہیئے کہ تم لوگ مجھے کس مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہو؟''

''ہم تمہارے توسط سے ان کے ایک مقدس مقام تک پہنچنا چاہتے ہیں۔''

''وہاں کیوں پہنچنا چاہتے ہو؟''

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

''یہ ہمیں نہیں معلوم۔''

''بس تو میں نہیں اتروں گا۔'' عمران نے کہا اور قبائلی نوجوان کو کشتی پر واپس آ جانے کا اشارہ کیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے تعمیل کی تھی۔

مسلح آدمی اپنے ساتھیوں کی طرف بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے اس سے آگے کا سبق اسے یاد ہی نہ ہو۔ دفعتہً ان میں سے ایک بولا۔ ''ہم انہیں کور کیے رہیں گے۔ تم کیبن میں جا کر نئی ہدایت حاصل کرو۔''

''اور میری شرط بھی اپنے بڑوں تک پہنچا دینا۔ یعنی مقصد معلوم کیے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔'' عمران نے کہا اور وہ اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھتا ہوا کیبن میں چلا گیا...... ادھر وہ قبائلی جوان سر جھکائے کھڑا تھا۔

''یہ تم نے کیا شروع کر دیا؟'' ٹرینی آہستہ بولی۔

''خاموشی سے دیکھتی رہو، اگر تم بھی انہی سے ملی ہوئی نہیں ہو؟''

''میں کوئی ملی ہوتی۔'' وہ بگڑ کر بولی۔

''اب کسی کی کسی بات پر یقین نہیں آتا۔''

''اس سچویشن میں، میں تمہیں یقین دلا بھی نہیں سکتی۔''

''بس تو پھر خاموشی اختیار کرو میں میں تمہیں الزام تو نہیں دے رہا۔''

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گیا۔ شاید اس نے ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو کی تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ سر ہلا کر عمران سے بولا۔ ''تمہیں مقصد سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ مجھے خصوصیت سے ہدایت ملی ہے کہ تمہارا خاص خیال رکھا جائے۔''

''بہت بہت شکریہ! میں جانتا ہوں کہ مجھ میں ایسے ہی سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔''

''ہم اپنے طور پر وہاں تک پہنچنے کی کوشش کر چکے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوئی۔ یہ قبائلی لوگ اس راستے سے واقف ہیں جو نہایت آسانی سے مطلوبہ جگہ تک پہنچا سکتا

ہے۔ اگر تم وہاں پہنچنے کی خواہش ظاہر کرو گے تو بے چوں و چرا تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو وہاں تک لے جائیں گے۔‘‘

’’اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ قبائلی تمھارے ہاتھ کیسے لگا؟‘‘

’’یہ کوئی ایسی راز کی بات نہیں۔ جنگل کی کی اشیاء کے بدلے یہ اپنے استعمال کی چیزیں ہم سے لے جاتے ہیں لیکن اپنے مخصوص علاقوں میں ہمیں قدم نہیں رکھنے دیتے...... اور سنو! اب جو کچھ بھی پوچھنا ہے، ہمارے باس سے پوچھو، ہم ان معاملات سے متعلق کچھ نہیں جانتے۔‘‘

’’تمھارا باس کہاں ملے گا۔؟‘‘

’’کیبن میں ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ تم خود اس سے جو چاہو، پوچھ لو۔‘‘

’’میں اس سے دو، دو باتیں ضرور کروں گا۔‘‘

وہ عمران کو کیبن میں لے آیا اور ٹرانسمیٹر پر کسی کو مخاطب کر کے اس کی موجودگی کی اطلاع دی۔

’’مسٹر عمران!‘‘ دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی آواز ہے جو ٹرانسمیٹر پر بھی اس نے سنی تھی۔

’’جنرل ایگوریا......‘‘ وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

’’ایک ہی بات ہے۔ جھنڈے کے بغیر مناسب نہیں ہے۔ کہ تم خشکی پر اترو، جھنڈا غالباً اسٹیمر ہی پر رہ گیا۔ لہذا فی الحال، تم میرے پاس آ جاؤ۔‘‘

’’اس کی کیا صورت ہوگی؟‘‘

’’یہی کشتی تمھیں مجھ تک پہنچا دے گی۔‘‘

’’تمھارا انداز شروع سے دوستانہ رہا ہے اس لیے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ دونوں بھی میرے ساتھ ہوں گے۔‘‘

’’ہاں...... ہاں، انہیں بھی لاؤ۔‘‘

عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ مسلح آدمی نے اسے کیبن سے باہر نکل جانے کا اشارہ کیا۔ شاید وہ نامعلوم آدمی سے مزید گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

عمران باہر آ گیا۔ میسی ٹرینی اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی اور قبائلی جوان بت بنا کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مسلح آدمی نے کیبن سے نکل کر اونچی آواز میں اسٹروکر سے کچھ کہا۔ اور کشتی کا انجن جاگ پڑا۔ پھر وہ بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

عمران نے قبائلی کی آنکھوں میں حیرت کے آثار دیکھے۔ پھر شاید دوسرا تاثر احتجاج ہی کا تھا۔

اچانک اس نے جلدی جلدی کچھ کہنا شروع کر دیا جس کے جواب میں مترجم نے بھی کچھ کہا۔ اور پھر ایسا لگا جیسے وہ قبائلی جوان دریا میں چھلانگ لگا دے گا لیکن مترجم نے اپنی اسٹین گن سیدھی کر کے شاید اسے دھمکی دی اور وہ رک گیا اور ایسے انداز میں عمران کی طرف دیکھنے لگا جیسے اس سے شکوہ کر رہا ہو۔

''کیا قصہ ہے؟'' عمران نے مترجم سے پوچھا۔

''اپنے کام سے کام رکھو۔'' مترجم غرا کر بولا۔

میسی ٹرینی نے عمران کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے کہا۔ ''تم دخل اندازی مت کرو۔ یہ لوگ اسے اپنے استعمال میں لانے کے لیے روکے رکھنا چاہتے ہیں۔''

''اوہ وہ بے چارہ، صرف میری یعنی جنرل اگویرا کی وجہ سے یہ سب کچھ برداشت کر رہا ہے۔''

''دیکھو، ڈیئر! جب معاملات ہماری سمجھ سے باہر ہی ہو گئے ہیں تو پھر ہم کیا بول سکتے ہیں یا کیا کر سکتے ہیں۔ یہ تو ہمارے اپنے بڑوں کا کمینہ پن ہے کہ ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔''

عمران کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے نوجوان کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر

ٹرنی نے پوچھا۔ ''تم نے ٹرانسمیٹر پر کس سے بات کی؟''

''مجھے تو وہی آواز معلوم ہوئی تھی، جو اسٹیمر پر ہماری گفتگو میں دخل اندازی کرتی رہی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ جھنڈا موجود نہ ہونے کی بنا پر فی الحال، ہم سے وہ کام نہیں لیا جاسکتا، اس کے لیے لائے گئے تھے۔ لہذا اب وہ ہمیں اپنے پاس بلوا رہا ہے۔''

''مجبوری ہے۔ ہم تینوں تو مسلح بھی نہیں ہیں۔''

''مسلح ہوتے بھی تو میں فی الحال، ان سے الجھنے کی حماقت نہ کرتا۔ ویسے میں ایک گہری چال اسٹیمر پر ہی چل چکا ہوں۔ شاید اب اس کا نتیجہ برآمد ہونے والا ہے۔''

''کیسی چال......؟''

''فی الحال، اس سلسلے میں خاموش ہی رہو۔''

دریا کا پاٹ کم ہوتا جا رہا تھا...... اور دونوں جانب سے جنگل گویا کشتی پر جھکا آ رہا تھا اور گھریلی زمین شروع ہوگئی تھی۔ دونوں کناروں پر چٹانیں تھیں اور پھر اچانک سامنے بھی ایک چٹان آ گئی۔ ساتھ ہی قبائلی جوان نے ایک زوردار چیخ ماری۔ کشتی بھی اسی رخ رکی تھی۔ جیسے اس میں اس چیخ کا دخل رہا ہو۔

سامنے چٹان تو حائل ہوگئی تھی لیکن دریا ایک بڑے سوراخ سے گزر گیا تھا اور اس سوراخ کے پورے قطر پر چمکدار لکیریں سی لرز رہی تھیں اور انہیں لکیروں کی وجہ سے وہ سوراخ نظر بھی آ رہا تھا، ورنہ اس چٹان کے آس پاس تو گہری تاریکی تھی اور اس کے اوپر اتنا گھنا اور اونچے درختوں والا جنگل پھیلا ہوا تھا کہ آسمان بھی نظر نہیں آتا تھا۔

قبائلی جوان کسی ننھے سے بچے کی طرح سہما ہوا نظر آ رہا تھا۔ اچانک اس نے اسٹین گن کی پرواہ کیے بغیر کنارے پر چھلانگ لگا دی اور مترجم نے چیخ کر دوسروں سے کہا۔ ''فائر نہ کرنا۔ زندہ پکڑو۔''

دو مسلح آدمی بھی اس کے پیچھے کود گئے۔ وہ چھلانگیں مارتا ہوا ایک چٹان پر چڑھتا چلا

جارہا تھا۔ دونوں بھی اس کے پیچھے تھے اور اسی کی سی پھرتی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اچانک اس نے پلٹ کر قریبی آدمی پر کلہاڑا گھما دیا، جو اس کے سر پر پڑا اور گر کر لڑھکتا ہوا نیچے پانی میں آ گرا۔ عمران نے طویل سانس لی...... پھر اچانک فائر کی آواز سنائی دی! دوسرے مسلح آدمی نے قبائلی پر فائر کر دیا تھا۔ عمران نے اسے سینہ تھام کر بیٹھتے دیکھا۔ پھر وہ بھی لڑھکتا ہوا پانی میں آ گرا۔

مترجم چیخنے چنگھاڑنے لگا۔ وہ اس پر بری طرح برس رہا تھا، جس نے قبائلی پر فائر کیا تھا۔ لیکن وہ بھی نیچے آ کر اس پر برس پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب وہ ایک دوسرے پر فائرنگ شروع کر دیں گے۔ لیکن تیسرے نے بیچ بچاؤ کرایا۔ جیسی ٹرنی اور جوزف کے چہروں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے اندر ہی اندر بری طرح کھول رہے ہوں۔ عمران نے ان دونوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ادھر مترجم پھر کیبن میں گھس گیا تھا۔

’’آخر یہ چمکدار اور متحرک لکیریں کیسی ہیں؟‘‘ ٹرنی نے بجھی بجھی سی آوازیں میں پوچھا۔

’’خدا جانے... یا ہوسکتا ہے کسی قسم کے برقیاتی نظام کے تحت راستہ مسدود کرنے کے لیے یہ شعبدہ تیار کیا گیا ہو۔‘‘

اچانک وہ لکیریں غائب ہو گئیں اور اس غار کا دہانہ بھی اندھیرے میں ڈوب گیا، جس سے دریا گزرتا تھا...... اور پھر کشتی پر ایک سرچ لائٹ روشن ہوئی اور راستہ نظر آنے لگا۔ ساتھ ہی کشتی بھی حرکت میں آ گئی لیکن اس بار اس کی رفتار ہلکی تھی وہ اس غار کے دہانے میں داخل ہوئی اور آگے بڑھتی رہی۔

’’یہ تو اچھی خاصی سرنگ معلوم ہوتی ہے۔‘‘ ٹرنی نے کہا۔

مترجم، جو پھر ان کے قریب آ بیٹھا تھا، بولا۔ ’’ہم نے اسے سرنگ کی شکل دے کر راستہ بنایا ہے ورنہ یہ دریا چھوٹی چھوٹی دراڑوں سے گزر گیا تھا۔‘‘

''اور لرزتی ہوئی چمکدار لکیریں کیسی تھیں؟''

''مڑ کر دیکھو۔''

عمران نے پلٹ کر دیکھا۔ سرنگ کے دہانے پر پھر وہی روشن اور لرزتی ہوئی لکیریں دکھائی دینے لگی تھیں۔

''اس طرح ہم نے دوسروں کا راستہ روکا ہے۔ فولاد کا ستون بھی اگر دہانے میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا تو ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو جائے گا۔''

''اسے کہاں سے کنٹرول کیا جاتا ہے؟''

''ہم نہیں جانتے لیکن ابھی میں نے ٹرانسمیٹر پر راستہ کھولنے کو کہا تھا۔''

''واقعی تم لوگ حیرت انگیز ہو۔''

''رفتہ رفتہ ساری دنیا کے سمجھدار لوگ ہمارے ساتھ ہو جائیں گے۔''

ٹریزی نے عمران کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ شاید وہ نہیں چاہتی تھی کہ ان لوگوں سے زیادہ بات چیت کی جائے۔

اس سرنگ سے گزر جانے میں تقریباً دس منٹ صرف ہوئے تھے۔ اس کے بعد پھر وہی سائیں سائیں کرتا ہوا جنگل تھا۔

پھر ایک جگہ کشتی رک گئی اور ان سے اترنے کو کہا گیا۔ یہاں بھی کناروں پر چٹانیں تھیں۔ ان تینوں کو اتار دیا گیا۔ اور کشتی آگے بڑھتی چلی گئیں۔

''جنرل ایگو یرا تم دونوں کے لیے بے حد مغموم ہے۔'' عمران نے منہ سکھا کر کہا۔

ٹریزی خوفزدہ انداز میں چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ''تم نے تو ان سے یہ بھی نہ پوچھا کہ ہمیں تنہا کیوں چھوڑے جا رہے ہیں۔''

''تم نے بولنے سے منع کر دیا تھا۔'' عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

سوچنے کی بات ہے، باس!'' جوزف بولا۔'' آخر ہمیں ہماں اس طرح کیوں چھوڑ دیا گیا ہے؟''

”سوچ جاؤ۔“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

”کیا تمھاری بوتل میں کچھ بچی کھیل ہے؟“ ٹرینی نے جوزف سے پوچھا۔

”نہیں، مسی! میرا تھیلا بالکل خالی ہے۔ لیکن اب مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں ہے۔“

کیا مطلب ہے؟“

”یہاں مجھے کہیں نہ کہیں وہ گھاس ضرور مل جائے گی، جو شراب کا نعم البدل ثابت ہوتی ہے۔“

”کون سی گھاس؟ میں نے تو ایسی کسی گھاس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔“

”ہوتی ہے...... پتا نہیں، ادھر کیا کہلاتی ہو۔ میرے دیس میں شپلالی کہلاتی ہے۔“

’فعتہً بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ چونک کر آوازوں کی سمت متوجہ ہو گئے۔ چڑھائی سے تین فوجی نیچے آتے دکھائی دیئے اور ٹرینی بولی۔ ”خدا کی پناہ! یہ تو اپنے ہی فوجی ہیں۔“

”اس وہم میں نہ پڑنا۔ یہ سب تمھاری فوج ہی کی وردی استعمال کرتے ہیں...... تمھارے فوجی نہیں ہیں۔“

قریب پہنچ کر فوجیوں نے عمران کو سلیوٹ کیا تھا۔ پھر ایک نے آگے بڑھ کر کہا تھا۔ ”جنرل۔ سر! ہمارے ساتھ تشریف لے چلیے۔“

عمران نے سر کو اثبات میں جنبش دی اور اسی چڑھائی سے گزر کر وہ دوسری طرف اتر گئے۔ میسی ٹرینی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ دفعتہً جوزف بائیں طرف کی جھاڑیوں میں گھس گیا...... اور عمران نے آگے چلنے والے فوجی کا شن دیا۔“ ہالٹ...... اباؤٹ ٹرن......“

وہ رک کر اس کی طرف مڑ گیا۔ دو فوجی ان کے پیچھے تھے۔

”میرا اردلی، جھاڑیوں میں کچھ تلاش کر رہا ہے۔“ عمران نے راہ نمائی کرنے والے فوجی سے کہا۔

''او کے سر، جنرل!''

تھوڑی دیر بعد جوزف اپنی جیبیں پھلائے ہوئے جھاڑیوں سے واپس آیا اور مٹھی بھر نشہ آور گھاس ٹرینی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''ٹرائی کرو۔''

''کیسے ٹرائی کروں؟''

''ایسے...'' جوزف نے تھوڑی سی گھاس نکال کر منہ میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ اور پھر اسے کچل کچل کر چوسنے لگا۔

''ناؤ...... موو آن......'' عمران نے اونچی آواز میں کہا اور وہ پھر چل پڑے۔ ٹرینی جوزف سے کہہ رہی تھی۔ ''نہیں، تم ہی رکھو۔ میں اتنی عادی نہیں ہوں۔ بس تھکن دور کرنا چاہتی تھی۔''

''تھکن بھی دور ہو جائے گی۔ تم چکھو تو...'' جوزف نے کہا۔

لیکن ٹرینی نے اسے شپمین واپس کر دی۔

کچھ دیر بعد وہ ایک غار میں داخل ہوئے لیکن اندر پہنچتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے جنت میں داخل ہو گئے ہوں۔ باہر کی تپش اور مرطوب ہوا سے فوری نجات مل گئی... جسے وہ غار سمجھے تھے، ایک بہت ہی لمبا چوڑا ایر کنڈیشنڈ ہال تھا جس میں چاروں طرف دودھیا نگ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

ایک دراز قد سفید فام آدمی نے جو خود بھی جنرل کی وردی میں تھا، آگے بڑھ کر عمران کا استقبال کیا۔ اس کی آواز سن کر ٹرینی بھی چونکی تھی۔ کیونکہ یہی آواز اس نے اسٹیمر پر بھی سنی تھی۔

پھر وہ انہیں ایک طرف لے چلا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک آرام وہ کمرے میں بیٹھے ہوئے کافی پی رہے تھے۔ ''اب میں تم سے تنہائی میں کچھ گفتگو کروں گا۔'' سفید فام جنرل نے عمران سے کہا۔ ''تمہارے ساتھی یہیں آرام سے رہیں گے۔''

''لیکن میں ان سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا۔'' عمران بولا۔

”تھوڑی دیر کے لیے۔“

”اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔“ عمران نے کہا۔ اور سفید فام آدمی اسے وہاں سے اٹھا لایا۔ پھر وہ ایک لفٹ تک آئے تھے۔ لفٹ انہیں نا معلوم گہرائی تک لے جا کر رک گئی۔ دروازہ کھلا اور وہ لفٹ سے نکلے۔ یہ بھی اتنا ہی بڑا ہال تھا، جتنا وہ اوپر چھوڑ آئے تھے۔

”میرا نام اولاف گرلیکی ہے۔ میں بھی زیرولینڈ کے بڑوں میں سے ہوں اور تمھاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔“

عمران نے پرجوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا تھا۔ پھر وہ دونوں ایک طرف جا بیٹھے۔

”میں سوچ رہا ہوں کہ بات کہاں سے شروع کی جائے۔“ اولاف نے کہا۔ ”لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں بڑوں کا فیصلہ کالعدم بھی کرا سکتا ہوں۔“

”کون سا فیصلہ؟“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”تمھیں سزائے موت دینے کا۔“

”لیکن مجھے اس کے لیے کیا کرنا ہوگا؟“

”تھریسیا کی نشاندھی کر دو۔“

”سنو، دوست! اس عورت ٹرینی کے چکر میں پھنس کر مجھ سے وہ حماقت سرزد ہوگئی یعنی تم نے ہماری گفتگو سن لی تھی۔ بعد میں وہ بھی مجھ پر برہم ہونے لگی تھی۔ کہ میں نے وہ ذکر کیوں چھیڑا تھا۔

”مقدر اچھا ہے، تمھارا! کہ میں نے وہ بات سن لی تھی۔ ورنہ اس بار زندہ نہ بچتے۔ اب اگر تم مجھ سے تعاون کرو تو جان بچا لینے کے علاوہ کچھ اور فوائد بھی حاصل کر سکتے ہو۔“

”پچھلی بار میں نے اسے تمھارے اسی پوائنٹ پر دیکھا تھا، جہاں سے ٹھنڈا سورج

کنٹرول کیا جاتا تھا اور میرے خیال میں وہ اب بھی وہیں ہوگی۔ ’’ عمران نے کہا۔

‘‘ کس نام سے پکاری جاتی ہے؟ ’’

‘‘ یہ تو میں نہیں جانتا۔ بس وہاں کی عورتوں میں نظر آئی تھی اور مجھے یقین ہے کہ اس روپ میں وہ کوئی اہم رول ادا نہ کر رہی ہوگی۔ بہر حال، میں دوبارہ دیکھ کر نشان دہی کر سکتا ہوں۔ ’’

‘‘ لیکن اس سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ جنرل ایگویرا کا کیا چکر تھا؟ ’’

‘‘ اس کے توسط سے ہم ایک اہم پوائنٹ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے جہاں سے چاروں طرف نظر رکھ سکتے...... یعنی ان پارٹیوں سے نپٹ سکتے...... جو مختلف راستوں سے ہم تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ وہ پوائنٹ ایسا ہی ہے جہاں سے ہر طرف جا سکتی ہے۔ خیر اسے پھر دیکھیں گے۔ میرے آدمیوں کی غلطی سے پرچم اسٹیمر ہی پر تھا۔ خیر جلد ہی اسے بھی دیکھا جائے گا۔ پہلے تم تھریسیا کا قصہ نپٹا دو۔ ’’

‘‘ مجھے پھر وہیں بھجوا دو۔ میں اسے دیکھ لوں گا۔ ’’ عمران بولا۔

‘‘ لیکن ایک بات واضح کر دوں کہ تم وہاں اس کام کے علاوہ اور کچھ بھی کرنے کی ہدایت نہیں کرو گے۔ ’’

‘‘ خودکشی سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔ ’’ عمران مسکرا کر بولا۔ ‘‘ اور پھر اب میرا کہیں نہیں۔ اپنے ملک میں تو مردہ ہی قرار دیا جا چکا ہوں اور اگر خود کو زندہ بھی ثابت کیا تو میرا ملک بڑی طاقتوں کے ڈر سے مجھے قبول کرنے پر بھی تیار نہ ہوگا۔ ’’

‘‘ وہ عمران کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر مسکرا کر بولا۔ ‘‘ تو پھر اب تم نے اپنے مستقبل کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ ’’

‘‘ میرا اب کوئی مستقبل ہی نہیں ہے۔ ’’

‘‘ یہ مت کہو۔ تم، زیرولینڈ کے بڑوں میں بھی شامل ہو سکتے ہو۔ ’’

طفل ہیں لیکن میں تمہارا یہ کام ضرور کروں گا۔ میں عرصے سے اس کا خواہشمند ہوں

کہ کسی طرح تھریسیا کی گردن اڑ جائے۔''

''کیا وہ کسی یوروپین عورت کے روپ میں تھی؟''

ہاں، اور لہجہ انگریزوں کا سا تھا۔ اور اس وقت بھی میں نے محسوس کیا تھا۔ وہ اس میں کوئی قابل ذکر حیثیت نہیں رکھتی۔''

''تم میک اپ کے بھی ماہر ہو۔''

''ہاں، میں نے بھی سنا ہے۔''

''تم اپنی صحیح قدر و قیمت سے آگاہ نہیں ہو، مسٹر عمران! ہو سکتا ہے کہ تم ہم میں اپوزیشن حاصل کر لو جو آج تھریسیا کی ہے۔''

''میں خواب کبھی نہیں دیکھتا...... تمہارا یہ کام بلا معاوضہ کروں گا۔''

میں تمہیں ایک تصویر دوں گا۔ اسی کی مطابقت سے اپنا میک اپ کرو۔

''کیا انگریزوں کے لہجے پر بھی قادر ہو؟''

''کیوں نہیں...... میرا امتحان کر لو۔'' عمران نے انگریزوں ہی کے سے لہجے میں کہا

۔

''ویری گڈ......!'' وہ اچھل پڑا۔ ''مجھے یقین ہے کہ تمہیں کامیابی ہوگی۔'' اپنے ساتھیوں کے چہروں میں بھی مناسب تبدیلیاں کرو اور انہیں قیدیوں کی حیثیت سے وہاں لے جاؤ۔ اس مرکز میں تعمیر کا کام بھی ابھی جاری ہے اور اس کے لیے مزدوروں کی شدید ضرورت ہے۔''

''میں سمجھ گیا۔''

بات پکی ہوگئی اور عمران نے شام تک ساری تیاریاں مکمل کرلیں۔ یعنی جوزف اور ٹرنی کے چہروں میں بھی تبدیلیا کردیں۔

''آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' ٹرنی نے جھنجھلا کر پوچھا۔

''جس کام کے لیے تمہارے توسط سے پھانسا گیا تھا، وہی ہو رہا ہے۔'' عمران نے

تلخ لہجے میں کہا۔ ''اب میں تم دونوں کو قیدی بنا کر لے چلوں گا اور اب میں کرنل کارٹر براؤن ہوں۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟''

''اس سے پہلے جنرل ایگویرا تھا۔ وہ کیا بات تھی۔؟''

''مسی! خاموش رہو۔ باس پر اعتماد کرو۔'' جوزف آہستہ سے بولا۔ ''تمھیں کوئی گزر نہیں پہنچے گا۔''

وہ خاموش رہی۔ اس کے بعد وہ پھر ایک لفٹ ہی کے ذریعے بہت گہرائی میں گئے تھے اور لفٹ ایک سرنگ کے دہانے پر رکی تھی۔ اتنی کشادہ سرنگ تھی کہ دو ٹرک بہ آسانی برابر سے چل سکتے تھے۔ لیکن یہاں ٹرک کی بجائے عجیب وضع کی ایک چھوٹی سی گاڑی کھڑی نظر آئی۔ شاید عمران کو اس کی ترکیب استعمال سے پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا۔ قیدیوں کو اگلے حصے میں بٹھا کر خود پیچھے آ بیٹھا اور ایک بٹن دباتے ہی گاڑی چل پڑی۔ اس پوری سرنگ میں بھی دودھیا روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

گاڑی کی رفتار ایکسوبیس میل فی گھنٹہ اسپیڈ میٹر سے ظاہر ہو رہی تھی۔ اچانک ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ ''ہو کمس وئیر (Who Comes There)''

''اٹ از کرنل کارٹر براؤن۔'' عمران نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

''کیپ موونگ......!'' کہا گیا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد گاڑی خود بخود رک گئی تھی۔ یہاں ایسا لگتا تھا جیسے وہ ایک عظیم الشان گنبد میں پہنچ گئے ہوں۔ دو فوجیوں نے آگے بڑھ کر سیلوٹ کیا اور عمران نے ان دونوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''جنرل گریسکی کے قیدی ہیں۔ دوسری سے الگ رکھتے جائیں گے۔ جنرل خود آ کر ان سے گفتگو کریں گے۔''

پھر وہ دونوں کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔

اس گنبد سے نکلتے ہی اسے سبز بادلوں والا آسمان نظر آیا۔ ابھی چونکہ کچھ کچھ دھوپ

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved.

باقی تھی اس لیے وہ سبز رنگ کی دھند سمیٹی نہیں گئی تھی، جو دن بھر وادی کی فضا پر طاری رہتی تھی۔ سامنے ہی وہ عمارت بھی دکھائی دی، جہاں اس نے جوزف اور جیمسن کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔

وہ عمارت کی جانب بڑھتا رہا۔ اسے علم تھا کہ سیکیورٹی کا عملہ عمارت کے کس حصے میں رہتا ہے۔ جنرل ٹریسکی نے اسے بتایا تھا کہ وہ یہاں سیکیورٹی کے چیف کی حیثیت سے رہے گا۔ پچھلا سیکیورٹی چیف واپس بلا لیا گیا ہے اور سیکیورٹی کے عملے کو اطلاع دے دی گئی ہے کہ نیا چیف کرنل کارٹر براؤن پہنچ رہا ہے۔ غالباً اسے سیکیورٹی چیف کی حیثیت سے اسی لیے بھیجا گیا تھا کہ وہ بلا روک ٹوک عمارت کے ہر حصے میں پہنچ سکے۔ ورنہ پھر وہ وہاں تھریسیا کو کیسے تلاش کر سکتا۔

کرنل کارٹر براؤن کی شخصیت عملے کے افراد کے لیے بالکل نئی تھی۔ اس لیے اس کے اسسٹنٹ میجر وارڈ نے اسے عمارت کا چپہ چپہ دکھا دیا تھا اور عمران نے خوب اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ وہ عمارت کے کسی حصے میں کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ بسا اوقات تقدیر بھی کیسے کیسے گل کھلاتی ہے۔ اس وقت صرف تین انچ کی زبان ہل رہی تھی جب اس نے زیرولینڈ کے کسی نامعلوم آدمی کو سنانے کے لیے تھریسیا کا ذکر چھیڑا تھا اور ٹرینی کو بتانے لگا تھا کہ وہ تھریسیا کو پہچان سکتا ہے۔ خواہ وہ کسی قسم کے میک اپ میں ہو، اسے یقین نہیں تھا کہ وہ یہ بات تھریسیا کے کسی دشمن ہی تک پہنچا رہا ہے...... لیکن مقدر کے کھیل کہ تیر صحیح نشانے پر بیٹھا اور اسے جنرل گریسکی تک پہنچا دیا گیا۔ گویا صیاد خود ہی صید ہونے والا تھا۔

عمران خاصی رات گئے تک عمارت کے مختلف حصوں میں گھومتا رہا لیکن میڈیلینا کہیں دکھائی نہ دی۔ میجر وارڈ، جو خود بھی انگریز ہی معلوم ہوتا تھا، اس کے ساتھ استھر رہا تھا...... اور شاید اس پر خوش بھی تھا کہ اس کا نیا آفیسر بھی انگریز ہی ہے۔

رات گزار کر دوسرے دن صبح ہی صبح عمران نے میجر وارڈ کو طلب کر کے جوزف اور

ٹریزی کو بلوایا اور میجر وارڈ سے کہا کہ وہ دونوں انجینئر ہیں لہذا انہیں پرنسپل پلانٹ پر رکھا جائے اور وہ خود انہیں وہاں تک لے جائے گا۔

اس طرح عمران کی رسائی اس جگہ تک بھی ہوگئی جہاں سے ٹھنڈے سورج کو کنٹرول کیا جاتا تھا۔ بہر حال، دوسرے دن کے اختتام تک وہ وہاں کے سارے رازوں سے واقف ہوگیا تھا اور اس کی وہ رات خاصی مصروفیتوں میں گزری تھی۔

دوسرے دن اس نے جوزف اور ٹریزی کو اپنے دفتر میں طلب کیا اور ان سے ادھر ادھر کے سوالات کرنے کے بعد بولا۔ ”تم دونوں کو پھر جنرل گریسکی کے پاس واپس چلنا پڑے گا۔“

وہ کچھ نہ بولے۔ سر جھکائے کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے انہیں ساتھ لیا اور جنرل گریسکی کے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوگیا۔

”تم انہیں کیوں لائے ہو؟“ اس نے عمران سے سوال کیا۔

”علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

ان دونوں کو بالائی منزل کے ہال ہی چھوڑ دیا گیا تھا اور جنرل گریسکی عمران کو اپنے آفس میں لے آیا۔ یہاں ایک جانب کچھ اس قسم کی مشینیں بھی دکھائی دیں جنہیں برقیاتی

----------صفحہ نمبر ۱۴۶ تک

----------صفحہ نمبر ۱۵۹ تک

”عمران خدا کے لیے...“ میڈیلینا روہانسی آواز میں چیخی۔

”اب دوسرا دھماکا سنو۔“

”نہیں......نہیں......نہیں...“ میڈیلینا پر جیسے دورہ پڑ گیا۔

عمران پھر گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ پھر زمین لرز گئی اور دوسرے دھماکے کی بازگشت سنائی دی۔ میڈیلینا بڑی طرح چیخ رہی تھی۔ پھر تیسرا دھماکا بھی ہوگیا اور میڈیلینا

چیختے چیختے بیہوش ہوگئی۔

''ابے یہ کیا کر رہا ہے؟ مجھے بھی تو بتا......'' سنگ جھنجھلا کر بولا۔

''چپ چاپ پڑے رہو۔'' عمران غرایا۔

''اچھا بیٹے، دیکھ لوں گا، تمہیں بھی۔''

''اگر میں نے تمہیں دریا میں غرق نہ کر دیا تو ضرور دیکھ لوگے۔'' عمران نے کہا اور بیہوش میڈیلینا کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ جوزف سنگ کو اٹھانے کیلئے جھکا۔

''یہ کیا حرکت ہے۔ اب مجھے کھول دو۔'' سنگ جھنجھلا کر بولا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ جوزف نے سنگ کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا ہی تھا کہ وہ دونوں کو گالیاں دینے لگا۔ میڈیلینا تو بیہوش ہی تھی۔

عمران نے ٹرینی کو بتایا کہ وہی کشتی ہاتھ لگ گئی ہے، جس سے میڈیلینا آئی تھی۔ اس پر صرف ایک ہی آدمی تھا جسے قابو میں کر لینے کے بعد، اس نے باندھ کر کشتی ہی میں ڈال دیا تھا۔ وہ سب کشتی میں پہنچ گئے۔ اور کشتی غار کی طرف بڑھنے لگی۔ عمران ہی اسے چلا رہا تھا۔ میڈیلینا کو اس نے اپنے قریب ہی رکھا تھا وہ ابھی تک بیہوش تھی۔ سنگ کو کیبن میں ڈال دیا گیا تھا۔ غار میں داخل ہونے سے پہلے ہی سرچ لائٹ روشن کر دی گئی۔ غار کا دوسرا دہانہ سچ مچ بے ضرر ہو گیا تھا۔ یعنی اب اس پر چمکدار لرزتی لکیریں مسلط نہیں تھیں۔ وہ بہ آسانی اس سے بھی گزر گئے۔ عمران بتدریج کشتی کی رفتار بڑھا رہا تھا۔

''لیکن تم جاؤ گے کہاں؟'' ٹرینی نے اس سے اونچی آواز میں پوچھا۔

''اس کی فکر نہ کرو۔ کہیں نہ کہیں تو پہنچیں گے۔''

''خدا کے لیے اب تو بتا دو کہ تم نے بیس میل دور سے اسے کیسے تباہ کر دیا؟''

اتنے میں میڈیلینا پھر ہوش میں آ گئی اور وحشت زدہ آنکھوں سے عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر ٹرینی سے بولا۔ ''جنرل گریسکی کی شامت اعمات کہ اس نے مجھے چیف سیکوریٹی آفیسر بنا کر وہاں بھیج دیا تھا۔ اس طرح مجھے اس کے چپے چپے کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا۔ اسی میں ان کا اسلحہ خانہ بھی تھا جہاں مجھے تین طاقتور بم مل گئے۔ اور بم بھی کیسے، جو ریموٹ کنٹرول سے پھٹنے والے تھے۔ وہ تینوں بم ایک ریموٹ کنٹرول بیلٹ میں لپٹے ہوئے تھے اور بیلٹ پر تحریر تھا۔ دائر کار چالیس میل، وہ بیلٹ اس وقت بھی میرے سینے پر بندھی ہوئی ہے۔ اس میں تین بٹن ہیں۔ انہی کے دبانے سے یکے بعد دیگرے تینوں بم بیس میل کے فاصلے پر پھٹ گئے۔ میں نے ایک بم اسلحہ خانے ہی میں چھوڑ دیا تھا۔ اس طرح میں نے تمھارے مریخ کو تباہ کر دیا ہے میڈیلینا ڈیئر!''

میڈیلینا نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ اس کی آنکھوں سے شدید کرب نمایاں تھا۔ عمران جھک کر آہستہ سے اس کی کان میں بولا۔ ''میں نے سنگ کو نہیں بتایا کہ تم کون ہو اور نہ ہی بتاؤں گا۔ ٹرینی بھی نہیں جانتی۔''

''اس عنایت کی وجہ؟'' میڈیلینا یا تھریسیا نے جلے کٹے لہجے میں پوچھا۔

''تم نے کئی بار مجھے چھوٹ دی ہے۔ اس لیے میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں بھی بدلہ چکاؤں لیکن اگر میں تمھیں اپنے ملک میں پکڑتا تو ہرگز نہ چھوڑتا۔''

''اور سنگ کا کیا کرو گے؟''

''اسے بھی چھوڑ دوں گا۔ کیونکہ اس نے میری موت کی خبر سن کر جنرل گریسی کو مار ڈالا تھا۔ لیکن اسے ہرگز یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ تم کون ہو۔''

تھریسیا نے آنکھیں بن کرلیں اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ کشتی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی جا رہی تھی...... اور عمران مطمئن تھا کہ کہیں نہ کہیں تو پہنچے ہی گا۔ کشتی میں اتنا فالتو ایندھن بھی تھا کہ ہزار بارہ سو میل نہایت آسانی سے نکل سکتی تھی۔

تمام شد